دربارِ یزید میں حضرت زینب علیہا السلام کا خطبہ

اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ

سید توقیر عباس کاظمی

دربارِ یزید میں حضرت زینب علیہا السلام کا خطبہ

(اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ)

سید توقیر عباس کاظمی

کتاب کا تعارف

نام کتاب	....	**دربار یزید میں حضرت زینب علیہا السلام کا خطبہ (اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ)**
تالیف	....	سید توقیر عباس کاظمی
تصحیح	....	سید محمد اظہر عباس
نظر ثانی	....	فیض عباس
کمپوزنگ	....	سید دانش علی بخاری
طبع اول	....	صفر ۱۴۳۵ھ؛ دسمبر 2013ء
طبع دوم	....	محرم ۱۴۳۶ھ؛ اکتوبر 2014ء
ناشر	....	المصطفیٰ اسلامک سنٹر پاکستان
تعاون	....	محمد و آل محمد علیہم السلام سوسائٹی کھیالی گوجرانوالہ
رابطہ	....	email: tqrkazmi@yahoo.com

عرض ناشر

المصطفیٰ اسلامک سنٹر، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اسم گرامی سے مزین ایک دینی و مذہبی اور علمی و ثقافتی ادارہ ہے جس کا نصب العین ''معاشرے میں اسلامی ثقافت کی ترویج'' ہے۔

اس ادارہ کے بنیادی اہداف ومقاصد میں سے ایک اہم مقصد، اہل بیت علیہم السلام کی عظیم علمی میراث کو معارفِ اہل بیت علیہم السلام کے تشنہ افراد تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل کو خالص اسلامی افکار اور مکتبِ اہل بیت علیہم السلام سے روشناس کروانا ہے۔

اسی اہم مقصد کے پیشِ نظر **المصطفیٰ اسلامک سنٹر** نے ہر طرح کے مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی سے پاک، اسلامی موضوعات پر مبنی علمی و تحقیقی کتابوں کی تالیف واشاعت کا کام اپنی کارکردگی اور علمی کوششوں کے سرفہرست قرار دیا ہے؛ کتابِ حاضر کی اشاعت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی اور اِس ادارہ کی محنت و کوشش کا نتیجہ ہے۔

کتابِ حاضر، دربارِ یزید میں حضرت زینب علیہا السلام کے خطبہ کا اردو ترجمہ اور تشریح ہے جس میں عقیلہ بنی ہاشم علیہا السلام کے خطبہ کو بنیاد بناتے ہوئے آلِ رسول علیہم السلام کے فضائل اور مصائب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے تاریخی حقائق کو پیش کیا گیا ہے، نیز سیدہ زینب علیہا السلام کے خطبہ کے ظاہری الفاظ سے استفادہ کرتے ہوئے آپ کے پیش نظر متعدد علمی ، اخلاقی، اجتماعی اور سیاسی

نکات کو قرآن واحادیث سے استناد کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

بحمد للہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مع اصلاحات واضافات، آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس کتاب کا بغور مطالعہ فرمائیں اور اگر کسی جگہ کوئی غلطی پائیں یا وضاحت و اصلاح کی ضرورت محسوس کریں تو ادارہ ھذا کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں مزید اصلاح کی جاسکے۔

المصطفیٰ اسلامک سنٹر اس کتاب کی تألیف اور اشاعت میں تعاون کرنے والے تمام افراد کی قدردانی اور شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ، اسے تمام صاحبانِ ایمان اور مشتاقانِ معارفِ اہل بیت علیہم السلام کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

امید ہے کہ آپ اپنا دینی ومذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے ہر ممکن طور سے **المصطفیٰ اسلامک سنٹر** کے معاون و مددگار ثابت ہوں گے اور آپ کی تجاویز اور مفید نظریات ہمارے لئے مشعل راہ بنیں گے۔

المصطفیٰ اسلامک سنٹر

گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان

2014/10/03

رابطہ: mic_grw@yahoo.com

فہرست

مقدمہ

تاریخ نے انسانیت کیلئے جن شخصیات کو آئیڈیل اور نمونہ کے طور پر نہایت خوبصورتی کے ساتھ محفوظ کیا ہے اُن میں سے ایک شخصیت حضرت زینب کبریٰ علیہا السلام ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی رحلت کے بعد آلِ عبا علیہم السلام کی مظلومیت کے دور میں سیدہ زینب علیہا السلام کا ایمان، تقوی، صبر، شجاعت، اور فصاحت و بلاغت تاریخ کے ایک سنہرے ورق کے طور پر محفوظ ہے۔

اگرچہ ہر انسان اپنی زندگی میں مختلف مشکلات اور سختیوں سے روبرو ہوتا ہے لیکن حضرت زینب علیہا السلام وہ شخصیت ہیں جنہوں نے مصائب کے دامن میں زندگی گزاری۔ آپ علیہا السلام نے اپنی زندگی میں ایک کے بعد دوسری بڑی مصیبت دیکھی یہاں تک کہ تاریخ نے آپ علیہا السلام کو اُمّ المصائب ''مصیبتوں کی ماں'' کا خطاب دیا۔

البتہ ان تمام مصائب و مشکلات کے سلسلہ میں سیدہ زینب علیہا السلام کی ایک واضح اور نہایت اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ علیہا السلام نے ہر مصیبت کو نہایت اطمینان کے ساتھ برداشت کیا؛ مصائب و آلام کے مقابلے میں کبھی شکست نہ کھائی اور غموں کے تازیانوں کے سامنے کبھی سر تسلیم خم نہ کیا؛ بلکہ تمام مصیبتوں اور غموں کا عقل و صبر اور اللہ تعالی پر اعتماد کے ساتھ سامنا کیا۔

حضرت زینب علیہا السلام نے سخت ترین مصیبتوں میں بھی اپنی تمام ذمہ داریوں کو نہایت بہترین انداز سے نبھایا؛ کربلا کے بعد جہاں بے سہارا عورتوں اور بچوں کا سہارا بنیں وہاں اپنے خطبوں کے

ذریعہ سے پیغامِ کربلا کو بھی عام کیا۔

ہمارے شیعہ معاشرے میں سیدہ زینب علیہا السلام کے خطبوں کے بارے میں کون نہیں جانتا؟! یقینا مجالس عزا میں شرکت کرنے والے گھرانوں سے تعلق رکھنے والا بچہ بچہ جانتا ہے کہ سیدہ زینب علیہا السلام نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اسیری کے دوران نہایت مشکل اور کھٹن حالات میں تین مقام پر تین اہم خطبے دیئے:

۱۔ دربارِ ابن زیاد ۲۔ بازارِ کوفہ ۳۔ دربارِ یزید

لیکن قریب بہ اتفاق معاشرے کے عام افراد سیدہ زینب علیہا السلام کے ان خطبات کے محتوا سے بے خبر ہیں، اور اکثر افراد کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ سیدہ علیہا السلام نے ان خطبات میں کیا فرمایا؟ جبکہ یہ خطبات علم و معارف کا ایک بے کراں سمندر ہونے کے ساتھ ساتھ واقعہ کربلا کی صحیح معرفت کے حصول کا ایک بہترین ذریعہ بھی ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان اور خاص طور پر خواتین کو چاہیے کہ وہ ثانی زہرا علیہا السلام کے خطبوں کو بار بار پڑھیں۔ تاکہ اُن پر واضح ہو کہ سیدہ زینب علیہا السلام نے کربلا کے بعد نہایت سخت حالات میں، کونسا پیغام عام کرنے کی کوشش کی؟ آپ علیہا السلام نے ایک عورت ہوتے ہوئے کس طرح نہایت صبر و تحمل اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور اپنے خطبوں کے ذریعہ کونسے حقائق کو بیان فرمایا؟!

اس بنا پر ہم نے حضرت زینب علیہا السلام کے خطبات کو سلیس اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ پیش کرنے کا پروگرام بنایا، اور اس کام سے پہلے اردو زبان میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کی چھان بین کی تو معلوم ہوا کہ سیدہ زینب علیہا السلام کی سیرت پر لکھی گئی اکثر کتب میں آپ علیہا السلام کے خطبات کا تفصیلی ذکر نہیں ہے اور جن مولفین نے آپ کے خطبات کو ذکر کیا انہوں نے بھی خطبات کے صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔ کافی جد و جہد کے باوجود جب ہمیں سیدہ زینب علیہا السلام کے خطبات کا کوئی ایسا مجموعہ نہ ملا جس میں اردو ترجمہ کے ساتھ مکمل تشریح بھی موجود ہو تو ہم نے اس اہم کام کو انجام دینے کا قطعی فیصلہ کر لیا۔

اسی مقصد کے پیش نظر جب ہم نے سیدہ زینبؑ کے خطبات کا دوبارہ مطالعہ شروع کیا تو محسوس ہوا کہ آپؑ کے تمام خطبات کی تشریح کیلئے وسیع وقت درکار ہے لہٰذا ہم نے صرف دربار یزید میں دیئے جانے والے خطبہ کا انتخاب کیا، اس خطبہ کے عربی متن کو مختلف ماخذوں سے ملا کر دیکھا، اعراب پر نظر ثانی کی اور پھر احمد بن علی طبرسی کی کتاب "الاحتجاج" کے عربی متن کو بنیاد بناتے ہوئے اس خطبہ کا سلیس اردو ترجمہ اور تشریح تحریر کی ہے۔

سیدہ زینبؑ کے اس خطبہ کو بہت سے معتبر علماء، مؤرخین و محدثین نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے، البتہ چونکہ مختلف نسخوں میں خطبہ کے الفاظ و عبارات کے درمیان قدرے اختلاف پایا جاتا ہے اور کتاب "الاحتجاج" کی عبارت دوسرے نسخوں کی نسبت زیادہ کامل محسوس ہوتی ہے لہٰذا ہم اسی کتاب میں مذکور خطبہ کو بنیاد بناتے ہوئے اس کا مکمل عربی متن، اردو ترجمہ اور شرح پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، البتہ مکمل استفادہ کے لئے خطبہ کے مختلف نسخوں کے درمیان موجود اختلافی کلمات کو علامت [...] کے درمیان ذکر کر دیا گیا ہے۔

چونکہ سیدہ زینبؑ کا یہ خطبہ ظاہری معانی کے ساتھ ساتھ ایسے نہایت عمیق معانی اور عظیم نکات سے معمور ہے جن تک رسائی حاصل کرنا اور ان کی گہرائی کو پانا ہر کس و ناکس کے لئے ناممکن ہے لیکن مَنْ لا یَدْرُكُ کُلّه لا یَتْرُكُ کُلّه کے قاعدہ کی بنا پر کوشش کی گئی ہے کہ اس خطبہ کے عربی الفاظ کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اپنی بساط کے مطابق بقدرِ امکان تشریح و تفصیل بیان کی جائے، اس امید کے ساتھ کہ شاید یہ تحریر سیدہ زینبؑ کی رضایت کا سبب اور ہماری آخرت کا سرمایہ قرار پائے۔

سید توقیر عباس کاظمی

2011/06/18. بروز ہفتہ؛ بمطابق ۱۵ رجب ۱۴۳۲ھ

Emil: mic_grw@yahoo.com

چند تمہیدی نکات

سیدہ زینبؑ کے باعظمت خطبہ کی شرح و تفصیل سے پہلے چند تمہیدی نکات کا بیان ضروری ہے، ایسے نکات جن سے حضرت زینبؑ کے خطبہ کی عظمت اور اہمیت مزید نکھر کر سامنے آتی ہے۔

سیدہ زینبؑ کا مختصر تعارف

سیدہ زینبؑ حضرت امام علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی بڑی بیٹی اور رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ کی نواسی اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کی بہن ہیں، مشہور قول کے مطابق آپ کی ولادت ۵ جمادی الاول سنہ ۶ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی، تاریخی کتب میں آپ کے متعدد القاب ذکر ہوئے ہیں جن میں سے "عالمه غير معلمه، عقيله بني هاشم، شريكة الحسين، صديقة الصغرى، محدثه، زاهده، فاضله، عالمه، عارفه، كامله اور عابده آل عليؑ" مشہور ہیں۔

سیدہ زینبؑ نے اپنے نانا محمد مصطفیٰؐ اور اپنے بابا علی مرتضیٰؑ کی آغوش میں تعلیم و تربیت پائی۔ آپؑ کے علم و دانائی اور فہم و فراست کے بارے میں امام زین العابدینؑ نے فرمایا: يَا عَمَّة ... أَنْتِ بِحَمْدِ اللَّهِ عَالِمَةٌ غَيْرُ مُعَلَّمَةٍ فَهِمَةٌ غَيْرُ

مُفَهَّمَةٍ ؛ ''اے پھوپھی جان آپ اللہ کے فضل سے ایسی عالمہ ہیں جس کی کوئی معلّمہ (تعلیم دینے والی) نہیں ہے، اور ایسی سمجھدار ہیں جسے کوئی سمجھانے والا نہیں ہے''[۱] (یعنی آپ اللہ تعالی کے فضل ہی سے علم و فہم کی مالک تھیں)۔

حضرت زینبؑ ایسی عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے بچپن میں اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ زہرا کا مسجد النبی میں طولانی اور فصیح و بلیغ خطبہ سنا اور پھر فوراذہن نشین کرکے آنے والی نسلوں کے لئے روایت کیا۔

حضرت زینبؑ کی شادی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؑ سے ہوئی، اللہ تعالی نے آپؑ کو پانچ اولادیں عطا کیں جن میں سے دو بیٹے حضرت عونؑ اور حضرت محمدؑ کربلا میں امام حسینؑ کے ہمراہ شہید ہوئے۔

حضرت زینب= کی شہادت و رحلت ۱۵ رجب سنہ ۶۲ یا ۶۳ ہجری میں ہوئی اور شام کے شہر دمشق میں آپ= کا مزار مشہور ہے۔

واقعہ کربلا میں سیدہ زینبؑ کا کردار

حضرت امام حسینؑ نے امت کی اصلاح کے لئے جو عظیم قیام کیا اُس میں ایک بنیادی کردار حضرت زینبؑ ہیں۔

اگرچہ واقعہ کربلا میں دیگر بہت سی خواتین موجود تھیں لیکن اُن سب میں نمایاں شخصیت حضرت زینبؑ ہیں کہ جن کی باعظمت شخصیت کے پیشِ نظر اِس واقعہ کو دو بنیادی مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: پہلا مرحلہ " تلوار کے ساتھ جہاد اور شہادت " ہے، جبکہ دوسرا مرحلہ " پیغامِ شہادت کو عام لوگوں تک پہنچانا اور واقعہ کربلا کو ہمیشہ کے لئے زندہ و جاوید کردینا" ہے۔

واقعہ کربلا کے ان دو مرحلوں میں سے پہلے مرحلے کی قیادت امام حسینؑ نے کی جبکہ

---

۱. الاحتجاج (طبرسی) : ج ۲ ص ۳۱، بحار الانوار (مجلسی) : ج ۴۵ ص ۶۴.

دوسرے مرحلے کی قیادت سیدہ زینبؑ نے سنبھالی۔

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق یکے حسینؑ رقم کرد و دیگرے زینبؑ

کربلا کے بعد سیدہ زینبؑ کے خطبات

کربلا میں حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب آپ کے اہل حرم کو اسیر بنایا گیا تو سیدہ زینبؑ کربلا کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کیلئے مناسب موقع کی تلاش میں رہیں تاکہ کربلا کے انقلاب کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں، حقیقی اسلام کی حفاظت اور نشرواشاعت کریں، بنی امیہ کی کافرانہ اور ظالمانہ ماہیت کو برملا کریں، شریعت وعزاداری کی پاسبانی فرمائیں، مجلس عزائے حسینؑ کی بنیاد رکھیں، ظالم کے گھر میں مظلوم کا ماتم کریں، فضائل و مصائب محمد و آل محمدؑ بیان کریں، اسیری کی حالت میں بھی لوگوں کو مقصد حسینؑ سے آگاہ کریں، ظلم و زیادتی کے خلاف مظلوم کو آواز بلند کرنے کا سبق سکھائیں، باطل کے خلاف پرچم حق بلند کریں۔ چنانچہ آپؑ نے کربلا کے بعد تین مقامات پر تین اہم خطبے دیئے:

۱۔ بازارِ کوفہ

اہل بیتؑ کے اسیروں کے پہنچنے سے پہلے بنی امیہ کے کارندوں کی تبلیغات کے نتیجہ میں کوفہ کے لوگ وقت سے پہلے ہی گلیوں اور بازاروں میں اسیروں کے قافلہ کا تماشا دیکھنے کیلئے جمع تھے، عورتیں اور بچے اپنے گھروں کی چھتوں پر خوشیاں منانے کیلئے اسیروں کے قافلہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے تاکہ سب لوگ یزید کی فتح کی خوشی میں شریک ہوسکیں۔

ایسی صورتحال میں سیدہ زینبؑ نے کوفہ کے بازار میں اپنے خطبہ کا آغاز کیا اور کوفہ کے فریب خوردہ لوگوں کو مخاطب کرکے کربلا کے واقعہ کے اصل حقائق کو لوگوں کے سامنے پیش کیا، اور امام حسینؑ کی تعریف و تمجید کرتے ہوئے غفلت کے مارے فریب خوردہ لوگوں کو سمجھایا کہ یزید اور اُس کے سپاہیوں نے کربلا میں ایک ایسی عظیم شخصیت کو خون میں نہلایا ہے

جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا فرزند، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کا نورِ نظر تھا، جو ہدایت کا چراغ اور تم سب لوگوں پر خدا کی حجت تھا۔

۳۔ دربارِ ابن زیاد

حضرت زینب علیہا السلام نے دوسرا خطبہ عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں دیا۔ آپ علیہا السلام کا یہ خطبہ نہایت مختصر اور ایک گفتگو کی صورت میں ہے جس میں آپ علیہا السلام نے عبید اللہ بن زیاد کے تحقیر آمیز جملات کے ایسے خوبصورت اور فصیح و بلیغ جواب دیئے جو ابن زیاد کیلئے کسی نشتر سے کم نہیں تھے، اور وہ اپنے ہی دربار میں ذلیل ورسوا ہو گیا۔

۴۔ دربارِ یزید

سیدہ زینب علیہا السلام کے خطبہ کا تیسرا مقام یزید کا دربار ہے جہاں آپ علیہا السلام نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ کے ذریعہ یزید سمیت تمام بنی امیہ کو ذلت ورسوائی کی ایسی گہری کھائی میں پھینک دیا کہ اب قیامت تک بنی امیہ ذلیل ورسوا ہوتے رہیں گے۔

سیدہ زینب علیہا السلام کے یہ خطبات آپ علیہا السلام کی زندگی کا مستند ترین حصہ ہیں کہ جس کے بارے میں متعدد شیعہ و سنی علماء و مؤرخین نے گواہی دی ہے۔

دربارِ یزید میں خطبہ زینبیہ کو نقل کرنے والے علماء و محدثین

دربارِ یزید میں سیدہ زینب علیہا السلام کے خطبہ کو بہت سے معتبر شیعہ و سنی علماء و مؤرخین نے ذکر کیا ہے؛ شیعہ علماء میں سے احمد بن علی طبرسی (متوفی ۵۶۰ھ) نے ''الاحتجاج'' میں[1]؛ ابن نما حلّی (متوفی ۶۴۵) نے ''مثیر الاحزان'' میں[2]؛ سید بن طاؤس (متوفی ۶۶۴ھ) نے ''اللھوف فی قتل

[1]. الاحتجاج (طبرسی): ج۲ص۳۴، تحقیق باقر الخراسان، ط ۱۳۸۶ھ، ناشر دار النعمان، نجف اشرف.
[2]. مثیر الاحزان (ابن نما حلی): ص۸۰و۸۱، ط۱۳۶۹ھ، مطبعہ حیدریہ نجف.

الطفوف" میں[1]؛ اس خطبہ کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح دیگر بہت سے علماء نے بھی حضرت زینبؑ کا یہ خطبہ مذکورہ بالا کتب کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔[2]

اہل سنت علماء میں سے احمد بن ابی طاہر طیفور (متوفی ۲۸۰ھ) نے "بلاغات النساء" میں[3] اور موفق بن احمد مکی خوارزمی (متوفی ۵۶۸ھ) نے "مقتل الحسین" میں[4]؛ دربارِ یزید میں سیدہ زینبؑ کے خطبہ کو نقل کیا ہے۔

اسی طرح اہل سنت مؤرخین میں سے ابن اثیر جزری (متوفی ۶۳۰ھ) نے "اسد الغابہ" میں،[5] اور اُن کی پیروی کرتے ہوئے ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے "الاصابہ" میں حضرت زینبؑ کے اِس خطبہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔[6]

البتہ قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ سیدہ زینبؑ کے تمام خطبات اور خاص طور پر دربارِ یزید میں دیئے گئے خطبہ کے محتوی میں، شیعہ و سنی کتب میں متعدد روایات کے باوجود، بہت کم اختلاف پایا جاتا ہے اور مختلف کتب میں خطبہ کے اکثر مطالب ایکدوسرے کے مشابہ ہیں۔

خطبہ زینبیہؑ کے بارے میں بعض علماء کے اقوال

۱: ابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ) نے بیان کیا ہے: "حضرت زینبؑ ایک عاقل، ذہین اور فصیح

---

[1]. اللھوف (سید بن طاؤوس) : ص۱۰۶ تا ۱۰۸، ط اول ۱۴۱۷ھ، انوار الھدی قم.

[2]. مثلاً علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ) نے "بحار الانوار" میں الاحتجاج کی نقل کے مطابق اس خطبہ کو ذکر کیا ہے: (بحار الانوار (محمد باقر مجلسی) : ج۴۵ ص۱۵۷ تا ۱۶۰).

[3]. بلاغات النساء (احمد بن ابی طاہر طیفور): ص۳۸ تا ۴۰، ط ۱۴۲۶ھ، ۲۰۰۵ء، المکتبہ العصریہ بیروت.

[4]. مقتل الحسین (موفق بن احمد مکی خوارزمی): جزء دوم، ص۶۳ تا ۶۶، ط مکتبہ المفید، قم ایران.

[5]. اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر جزری) : ج۶ ص۱۳۳، ط ۱۴۰۹ھ، دار الفکر بیروت لبنان.

[6]. الاصابہ فی تمییز الصحابہ (ابن حجر عسقلانی) : ج۸ ص۱۶۷، ط اول ۱۴۱۵ھ، تحقیق عادل احمد، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان.

اللسان خاتون تھیں،.... یزید کے سامنے آپ کی گفتگو تواریخ میں مذکور اور مشہور ہے اور یہ آپ کی عقل و شجاعت کی دلیل ہے"۔[۱]

۲: ابن حجر (متوفی ۸۵۲ھ) نے "الاصابہ" میں دربارِ یزید میں حضرت زینبؑ کے خطبہ کے بارے میں ابن اثیر کا قول بعینہ نقل کیا ہے۔[۲]

۳: عمر ابو نصر لبنانی کتاب "فاطمہ بنت محمدﷺ" میں لکھتے ہیں: "معلوم ہوتا ہے کہ زینب بنت فاطمہ، اہل بیتؑ (کی عورتوں) میں سب سے زیادہ جری اور صاحب فصاحت و بلاغت تھیں یہاں تک کہ آپ شجاعت اور فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل بن گئیں"۔[۳]

۴: سید کاظم قزوینی اپنی کتاب میں سیدہ زینبؑ کے اس خطبہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "سیدہ زینبؑ کا یہ خطبہ فصاحت و بلاغت کی بلند چوٹی، قوت بیان کی نشانی اور دل و نفسیات کی قوت کا معجزہ ہے"۔[۴]

۵: شیخ باقر شریف اپنی کتاب میں خطبہ زینبہؑ کے بارے میں لکھتے ہیں: "یہ خطبہ بلاغت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور بیان کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے، اور یہ بنی امیہ پر پڑنے والی ضربات میں سے ایک اہم ضرب ہے جو بنی امیہ کی حکومت کے خاتمہ کا سبب

---

۱. وکانت زینبؑ امرأة عاقلة لبيبة جزلة ... وكلامها ليزيد... مشهور مذكور في التواريخ وهو يدلّ على عقل و قوّة جنان: (اسد الغابہ (ابن اثیر): ج۶ ص ۱۳۳، ط ۱۴۰۹ھ دارالفکر بیروت لبنان).

۲. الاصابہ (ابن حجر): ج۸ ص ۱۶۷.

۳. واما زينب بنت فاطمة فقد اظهرت انها من اكثر اهل البيت جرأة وبلاغة وفصاحة... حتى ضرب بها المثل وشهد لها المؤرخون والكتاب (ادب الطف (جواد شبر): ج ۲ ص ۲۳۹، بحوالہ فاطمہ بنت محمد (ابو نصر)).

۴. تعتبر خطبة السيدة زينب في ذروة الفصاحة وقمّة البلاغة، وآية في قوة البيان ومعجزة في قوة القلب والاعصاب... (زینب الکبری (کاظم قزوینی): ص ۲۱۳).

بنی"۔[1]

اسی طرح دیگر بہت سے علماء نے سیدہ زینب علیہا السلام کے خطبات اور خاص طور پر یزید کے دربار میں دیئے جانے والے خطبہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سیدہ علیہا السلام کا یہ خطبہ یوں تھا کہ گویا جرات و شجاعت اور فصاحت و بلاغت کی آبشار بہہ رہی ہے، اور اگر علماء کے ان اقوال کے ساتھ امام زین العابدین علیہ السلام کا پہلے ذکر شدہ قول بھی مد نظر ہو جس میں امام علیہ السلام نے حضرت زینب علیہا السلام کے علم و دانائی کو بیان فرمایا ہے، تو عقیلہ بنی ھاشم علیہا السلام کے اس خطبہ کی عظمت اور زیادہ نکھر کر سامنے آتی ہے۔

دربارِ یزید میں سیدہ زینب علیہا السلام کے خطبہ کا پس منظر

کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد گیارہ محرم سنہ ۶۱ ہجری کو آپ کے اہل حرم کو اسیر بنا کر کوفہ لے جایا گیا، ابن زیاد نے کوفہ میں اپنی فتح کا جشن منانے کے بعد امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس اور اہل بیت علیہم السلام کے اسیر قافلہ کو شام کے دارالخلافہ دمشق بھجوا دیا۔

جب آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کا یہ لٹا پٹا قافلہ بے پلان اونٹوں پر پابند رسن اور بے پردہ حالت میں یزید کی حکومت کے مرکزی شہر دمشق پہنچا تو امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کے سروں اور اہل بیت علیہم السلام کے اسیروں کو یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔

یزید نہایت متکبرانہ انداز میں اپنے تخت پر بیٹھا تھا، اُس کے دربار میں خوشی کا سماں تھا، جہاں شام کے بڑے بڑے سردار، وقت کی تمام برجستہ شخصیات، سربراہان مملکت اور دوسرے ممالک کے سفیر مدعو تھے، غرض یہ کہ ہزاروں کرسی نشین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے گھرانے کی

---

۱. هي آية من آيات البلاغة والفصاحة ومعجزة من معجزات البيان، وهي احدي الضربات التي أدّت الي انهيار الحكم الاموي (حياة الامام الحسين (باقر شريف القرشي): ج ۳ ص ۳۸۳).

مخدرات اور عصمت مآب بیبیوں کا تماشا دیکھنے کیلئے جمع تھے۔

یزید کے سامنے سب سے پہلے ابن زیاد کے نمائندے اور اس کی طرف سے اسیروں کے قافلے کے سالار زحر بن قیس نے تقریر کی جس میں اُس نے شہدائے کربلا کی شہادت کی تفصیلات کو بیان کیا اور پھر ایک سپاہی کو اشارہ کرتے ہوئے سید الشہداء امام حسینؑ کا سر اقدس یزید کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔

ایک سپاہی ہاتھوں میں طشت اٹھائے یزید کے تخت کی طرف بڑھا جس میں شہدائے کربلا کے رہبر وسالار سید الشہداء امام حسینؑ کا سر اقدس رکھا ہوا تھا، اُس نے وہ طشت یزید کے تخت کے سامنے رکھا، جب زینب کبریؑ نے یہ منظر دیکھا تو اپنے بھائی کی مظلومیت پر دل بھر آیا اور نہایت غم انگیز آواز میں اپنے بھائی سے یوں مخاطب ہوئیں:

یَا حُسَیْنَاه، یَا حَبِیْبَ رَسُولِ الله، یَابْنَ مَکّةَ وَمَنی، یَابْنَ فَاطِمَةَ الزَهْراء سَیّدَة النِسَاءِ، یَابْنَ مُحمّد المُصْطَفی... "اے حسین! اے رسول خداؐ کے پیارے، اے مکہ و منی کے فرزند، اے تمام عورتوں کی سردار فاطمہ زہراؑ کے بیٹے، اے محمد مصطفیٰؐ کے نور نظر..."[1]۔

سیدہ زینبؑ کی اس نوحہ سرائی نے تمام اہل مجلس کو رلا دیا، یزید اب تک غرور و تکبر کے ساتھ خاموش بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، لیکن جب سیدہ زینبؑ نے رسول خداؐ اور سیدہ فاطمہ زہراؑ کا نام لے کر امام حسینؑ پر گریہ کیا تو دربار میں بیٹھے ہوئے لوگ چونک گئے، اب یزید کو اپنی بدنامی کا احساس ہونے لگا چنانچہ اُس نے درباریوں کی توجہ ہٹانے کیلئے خیزران کے درخت کی ایک چھڑی اٹھائی اور امام حسینؑ کے لب ودندان مبارک پر

---

[1]. الاحتجاج (طبرسی): ج۲ص۳۴؛ اللھوف (سید بن طاؤس): ص۱۰۶.

مارتے ہوئے ایسے اشعار[۱] پڑھنے لگا جن میں اُس نے واقعہ کربلا کو جنگ بدر کا بدلہ قرار دیتے ہوئے اپنے کافر و مشرک اسلاف کے زندہ ہونے کی خواہش کی، اور پھر قرآن اور وحی کا انکار کرتے ہوئے رسول خداﷺ کی نبوت کو حکومت کے حصول کا ایک ڈھونگ قرار دیا۔[۲]

اس پر سیدہ زینبؑ نے اعتراض کیا اور پھر یزید اور سیدہ زینبؑ کے درمیان نہایت تلخ گفتگو ہوئی، اور پھر وہیں شریکۃ الحسینؑ نے اپنے پدر گرامی امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے لہجہ میں ایک مختصر لیکن نہایت فصیح و بلیغ اور ایسا تاریخ ساز خطبہ دیا جس میں اہل بیتؑ کی عظمت و فضیلت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اموی خلفاء کی اسلام اور اہل بیتؑ کے ساتھ دشمنی سے پردہ اٹھایا اور رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کو حق و حقیقت کا پیغام پہنچایا۔

سیدہ زینبؑ نے دربارِ یزید میں خطبہ کیوں دیا؟

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ سیدہ زینبؑ جیسی عصمت مآب، باحیا اور پردہ دار خاتون کے لئے آسان نہیں تھا کہ آپ دربارِ یزید جیسے ماحول اور نامحرموں کے مجمع عام میں کوئی کلام کریں لیکن وقت کی ضرورت کا تقاضا تھا کہ آپ محمدی اسلام اور یزیدی اسلام میں فرق واضح کرتے ہوئے غفلت زدہ مردہ دلوں کو دوبارہ زندگی عطا کریں، بلوائے عام میں اہل بیتؑ کی عظمت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ بنی امیہ کے کفر والحاد کے باطل چہرے کو بے نقاب کریں۔

اس کے علاوہ نہایت ضروری تھا کہ سیدہ زینبؑ شام کے غافل لوگوں کو کربلا میں ہونے والے واقعہ کی حقیقت سے آگاہ کریں کیونکہ شام میں رہنے والے عام مسلمان چالیس

---

۱. ان اشعار کا ذکر بعد والے صفحات میں تفصیل کے ساتھ کیا جائے گا۔

۲.... فَأَبْكَتْ كُلَّ مَنْ سَمِعَهَا ثُمَّ دَعَا يَزِيدُ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ بِقَضِيبِ خَيْزُرَانٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِهِ ثَنَايَا الْحُسَيْنِ... (بحار الانوار (مجلسی): ج۴۵ ص۱۲۳).

سال تک مسلسل بنی امیہ کے پراپیگنڈوں سے متاثر ہو کر اس خاندان (بنی امیہ) کو اسلام کا نمائندہ اور ان کے خلفاء کو امیر المومنین اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سمجھتے تھے، اور اسی نظریہ کی بنا پر امام حسین علیہ السلام کو منفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے آپ علیہ السلام کو سرکش و باغی تصور کر رہے تھے، لہٰذا سیدہ زینب علیہا السلام نے قرآن مجید کی آیت مبارکہ ﴿الَّذِينَ يبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللهِ وَيخْشَوْنَهُ وَلَا يخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللهَ﴾[1] کو بنیاد بناتے ہوئے بنی امیہ کی حقیقت اور اُن کے ناقابل بخشش ظلم و ستم اور قرآن و اہل بیتؑ کے ساتھ اُن کی دشمنی کو کسی قسم کے ڈر اور خوف کے بغیر لوگوں کے سامنے آشکار کیا اور کربلا کے مقدس قیام کے عظیم مقصد کو تمام لوگوں تک پہنچایا۔

اس کے علاوہ سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کے بھرے دربار میں کچھ ایسے مناظر دیکھے اور یزید کی کچھ ایسی باتیں سنیں جن میں دینی اعتقادات کی واضح توہین کی جا رہی تھی اور اسلام اور اسلامی احکامات کا کھلا مذاق اڑایا جا رہا تھا، یزید کی باتیں اور اُس کی حرکات سے کفر والحاد جھلک رہا تھا لیکن اس کے باوجود دربار میں موجود تمام افراد یزید کو خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین سمجھتے ہوئے اُس کی ہر بات اور ہر حرکت کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے تھے۔

چونکہ اُسوقت یزید کی باتوں کا نہایت مؤثر اور منہ توڑ جواب دیتے ہوئے اُسکے کفر والحاد کو سب کے سامنے عیاں اور بنی امیہ کی حقیقت کو شام والوں پر آشکار کیا جا سکتا تھا لہٰذا سیدہ زینب علیہا السلام نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کی طرح اسلام کی پاسداری اور دفاع کی خاطر اپنی شرعی ذمہ داری سمجھی کہ دربار کے ایسے ماحول میں زمانے کے فرعون کے سامنے کچھ ایسے حقائق بیان کریں کہ جن سے بہت سے حاضرین بھی ناواقف تھے۔

اس کے علاوہ جس محفل میں اسلامی اقدار کو پامال کیا جا رہا ہو اور اسلام کے نام پر اسلام ہی کے اعتقادات و احکامات کی واضح مخالفت کی جا رہی ہو تو ایسے ماحول میں بانی اسلام کی دختر کیلئے

---

۱. وہ لوگ اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اُسی سے ڈرتے ہیں اور اُس کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے: سورہ احزاب (۳۳) آیت ۳۹.

ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ خاموش تماشائی بنی رہیں اور کسی ردّ عمل کا اظہار نہ کریں۔

لہٰذا رسول زادی نے درباری ماحول کی فرصت سے فائدہ اٹھایا اور سیدہ زہراؑ کی سیرت پر چلتے ہوئے اللہ تعالی کی راہ میں اپنی جان خطرہ میں ڈال کر حق اور باطل کو واضح کیا اور بنی امیہ کے چہرے سے اسلام کی نقاب اتار کر اُن کے کفر والحاد کے حقیقی چہرہ کو سب کے سامنے عیاں کردیا۔

اس طرح سالارِ حقانیت جناب زینبؑ نے اپنے وقت کے ظالم و سفاک ترین افراد کے سامنے پوری دلیری کے ساتھ اسیری یا مزید ظلم و ستم کی پرواکئے بغیر اسلام اور قرآن کی حقانیت کا پرچم بلند کیا۔

خلاصہ یہ کہ جب رسول خداﷺ کی نواسی نے دیکھا کہ یزید بن معاویہ، خدا کے دین کی نسبت حد سے تجاوز کر چکا ہے جس کی بنا پر دین کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے تو سیدہؑ نے سمجھا کہ اب خدا کے دین کا دفاع کرنا ضروری ہے ورنہ نانا رسول خداﷺ کی رات دن کی محنت، بابا علی مرتضیٰؑ کی کاوشیں اور بھائی حسن و حسینؑ کی قربانی کا اصل مقصد ضائع ہو جائے گا، یہی وجہ تھی کہ سیدہ زینبؑ نے نبوت وامامت کے فریضہ کو اپنے دوش پر لیا اور اسلام کے تحفظ کی خاطر وارثِ نبی اور وارثِ امام بن کر باطل کے مقابلے میں آئیں اور خدا کے برحق دین کا اِس طرح دفاع کیا کہ خدا کے دین کو ہمیشہ کے لئے یزید اور یزیدیت کا شکار بننے سے بچالیا۔

بنی امیہ کی اہل بیتؑ سے دشمنی کا نتیجہ تھا کہ شام میں حضرت علیؑ اور اولادِ علیؑ کی کھلی مخالفت کی جاتی تھی، یزید نے امام حسینؑ کی شہادت کو اسلام و مسلمین کے مفاد میں ظاہر کیا، اور کربلا کی جنگ سے پہلے عام لوگوں کے درمیان امام حسینؑ کی مخالفت کو مختلف انداز سے پھیلایا، یہاں تک کہ بعض عالم نما جاہلوں اور خود کو اسلام کی اتھارٹی سمجھنے والے یزید کے خادموں نے فرزندِ رسولﷺ کے قتل کا فتوی دیا، اور پھر کربلا میں امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت کو بغاوت کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرزندِ رسولﷺ کی قربانی سے

سیاسی مفادات کے حصول اور دین اسلام کو نابود کرنے کی کوشش کی، لیکن سیدہ زینبؑ نے یزید اور یزیدیوں کے اس حربہ کو ناکام کرنے کے لئے دربارِ یزید جیسے حساس ماحول میں خطبہ دیا اور نواسہ رسولؐ کو ایک ویران و غیر آباد صحرا میں قتل کرکے، حقائق کو پلٹنے اور اپنے حق میں الٹا کرکے پیش کرنے کی جسارت کرنے والے یزید اور اس کے ساتھیوں کے بہیمانہ جرائم کو سرِ دربار برملا کرکے کوفہ و شام کے بے حس عوام کی آنکھوں پر پڑے ہوئے غفلت و بے شرمی کے پردے چاک کر دیئے، اور یزید اور یزیدیوں کے ناپاک عزائم کو برملا کرکے اسلام کو بچالیا۔

اس بنا پر سیدہ زینبؑ کے خطبات آپ کے انقلابی تدبر کی بھی واضح دلیل ہیں کیونکہ اگرچہ ظاہری طور پر تمام حالات بنی امیہ اور ان کے فاسق و فاجر خلیفہ یزید بن معاویہ کے حق میں تھے لیکن اس کے باوجود سیدہ زینبؑ نے اپنے انقلابی تدبر کے ساتھ اپنے خطبوں کے ذریعے اموی حکام کی ظالمانہ اور کافرانہ ماہیت برملا کرکے واقعہ کربلا کے بعد ابتدائی مراحل میں ہی نواسہ رسولؐ کے قاتلوں کی مہم کو ناکام و نامراد کر دیا۔

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبوں سے آمریت کو بے نقاب کیا ظلم و استبداد کی قلعی کھول دی اور فانی دنیا پر قربان ہونے والوں کو آخرت کی ابدیت نواز حقیقت کا پاکیزہ چہرہ دکھلایا، صبر و استقامت کا کوہ گراں بن کر علیؑ کی بیٹی نے ایسا کردار پیش کیا جس سے ارباب ظلم و جور کو شرمندگی اور ندامت کے سوا کچھ نہ مل سکا۔

اسی طرح سیدہ زینبؑ کے خطبہ کا ایک اور اہم مقصد یزید جیسے فاسق اور ظالم کی رسوائی تھا، اور آپ کا یہ فعل قرآن مجید کی آیت مبارکہ کے عین مطابق تھا جس میں ارشاد ہوا: ﴿لَا يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللهُ سَمِيعًا عَلِيمًا﴾ ''اللہ مظلوم کے علاوہ کسی کی طرف سے بھی کھلم کھلا بدگوئی کو پسند نہیں کرتا اور اللہ ہر بات کا سننے والا اور تمام

حالات کا جاننے والا ہے"۔[۱]

اگرچہ اسلام چاہتا ہے کہ لوگوں کی عزت وآبرو محفوظ اور ان کے عیوب پر پردہ پڑا رہے تاکہ لوگوں کی نظروں میں ایکدوسرے کا احترام باقی رہے لہٰذا اسلام اپنے ماننے والوں کو ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ وہ دوسرے شخص کے پوشیدہ عیوب سے پردہ اٹھائیں یا کسی دوسرے کیلئے نازیبا کلمات استعمال کریں، لیکن مذکورہ آیت میں اس کلی قانون سے ایک استثناء بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی پر ظلم ہو تو مظلوم کا حق ہے کہ وہ ظالم کو رسوا کرتے ہوئے اس کے ظلم وستم کو کھلم کھلا بیان کرے تاکہ مظلوم کی خاموشی کی بنا پر ظالم کو اپنے ظلم وستم میں رغبت پیدا نہ ہو۔ لہٰذا اسلام میں ظلم وستم کے مقابلے میں خاموشی اختیار کرنے کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ ظالموں کے رشد اور ان کے ظلم وستم کی افزائش کا اصل سبب مظلوموں کی خاموشی ہے۔

اسی بنا پر سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے اس خطبہ کے ذریعہ یزید کی ساری جھوٹی شان وشوکت کو خاک میں ملاتے ہوئے اُس کی نجس وپلید حقیقت کو آشکار کیا، بھرے دربار میں اس کے حسب ونسب کی پستی کو واضح کیا، اور اہل بیت علیہم السلام کی فریاد مظلومیت رہتی دنیا تک پوری تاریخ میں پھیلا دی، سیدہ علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے ذریعہ خوابیدہ ضمیروں کو بیدار کر دیا، اور اپنی استدلالی گفتگو سے یزید ملعون کو ذلت ورسوائی کی ایسی وادی میں دھکیل دیا جہاں اُس کے لئے اپنے جرم کا اعتراف کرنے یا تمام گناہ کو ابن زیاد کی گردن پر ڈال کر خود کو بے گناہ ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کے علاوہ کوئی اور راہ فرار باقی نہ رہی، اس طرح علی علیہ السلام کی بیٹی نے اپنے انقلابی خطبہ کے ذریعہ یزید کی ظاہری فتح کو بھی شکست میں بدل دیا، اور آپ علیہا السلام کے خطبوں کے سبب کوفہ وشام میں ایک ایسا انقلاب برپا ہو گیا جو بنی امیہ کی حکومت کے خاتمے کی بنیاد بنا۔

کربلا کی جنگ ظاہری طور پر سپاہ حق کی شکست اور یزیدیوں کی فتح پر تمام ہوئی لیکن جس چیز

---

۱. سورہ نساء (۴) آیت ۱۴۸.

نے اس ظاہری شکست کو دائمی اور یقینی فتح میں تبدیل کر دیا وہ حضرت زینبؑ کا باعظمت کردار ہے، جس نے بظاہر جنگ میں کامیاب ہونے والے دشمن کو اُس کی ظاہری فتح کو بھی ابدی شکست میں تبدیل کر دیا۔

لیکن اگر حضرت زینبؑ نے خطبوں اور تقریروں سے جہاد نہ کیا ہوتا تو امام حسینؑ کا انقلاب کربلا ہی میں رہ جاتا، سرزمین کربلا پر بہنے والا شہدائے راہ حق کا خون رائگاں چلا جاتا، ہر ابھرتے ہوئے دن کے ساتھ اسلام کا سورج غروب ہوتا چلا جاتا، اور شیطانی کارندوں سے غافل دنیا کو برسوں خبر نہ ہوتی کہ آبادیوں سے میلوں دور کربلا کے صحرا میں پیش آنے والے واقعہ کی حقیقت کیا ہے؟!

دربارِ یزید کا ماحول اور سیدہ زینبؑ کی حالت

اس عظیم خطبہ کے مطالعہ سے پہلے اُس ماحول کا تصور کرنا ضروری ہے جس میں حضرت علیؑ کی شیر دل بیٹی نے یہ خطبہ دیا، تاکہ سیدہ زینبؑ کے شجاعانہ مؤقف کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

یزید اُسوقت کی پوری اسلامی دنیا کا حکمران اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ صاحبِ قدرت سمجھتا تھا، وہ اپنی خام خیالی میں امام حسینؑ اور آپؑ کے ساتھیوں کی شہادت اور پھر رسول زادیوں کی اسیری کی بنا پر اپنے آپ کو فاتح سمجھ رہا تھا، اسی بات کی خوشی میں جشن منانے کیلئے اُس کا دربار سجا ہوا تھا، امور سلطنت کے ذمہ دار افراد اُس کے چاروں طرف بیٹھے تھے، تمام اہم شخصیات اور سربراہوں کے علاوہ دوسرے ممالک کے سفیر بھی اپنی اپنی نشستوں پر براجمان تھے، سپاہی نیزے لئے اطراف میں کھڑے تھے، پل پل میں رنگ بدلنے والے لوگ بھی موجود تھے، یزید غرور و تکبر کے نشہ میں چور چور تھا، اُس کے دربار میں موجود باقی سب افراد بھی اسی کے باپ معاویہ بن ابی سفیان کے مکتب کے پلے ہوئے تھے، یزید کے خلاف قیام کرنے والوں کے رہبر وسالار امام حسینؑ کا سر اقدس اُس کے تخت کے سامنے رکھا ہوا تھا،

اہل بیت علیہم السلام کے باقی ماندہ افراد قیدی بنے ہوئے یزید کے تخت کے سامنے کھڑے تھے، جن میں کچھ عورتیں، بچے اور ایک بیمار مرد تھا۔

ایسے ماحول میں ایک قیدی خاتون تمام لوگوں کے سامنے کھڑی ہوئی، ایسی خاتون جو شرم وحیا کی ملکہ تھی لیکن آج نامحرموں کی نظروں کے سامنے ہے، یہ اگرچہ کائنات کی محترمہ خاتون تھی لیکن آج دربار میں موجود تمام افراد اُسے منفی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں، کائنات کی ہر چیز پر اختیار رکھنے والی اس بی بی پر بھوک وپیاس کا غلبہ ہے، یہ وہ خاتون ہے جو سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد بے آسرا بچوں اور عورتوں کی ڈھارس بنی؛ جس نے اسیری کی حالت مدینہ سے مکہ، مکہ سے کربلا، کربلا سے کوفہ اور پھر کوفہ سے شام تک کا سفر کیا، اور اس سفر کے دوران بڑی بڑی مصیبتیں بھی اٹھائیں، اتنے طویل سفر میں اس بی بی کو کہیں آرام کا موقع میسر نہیں آیا تھا، کربلا کے بعد شام تک قافلہ سالاری کرتی رہیں، منزل بہ منزل قافلہ میں موجود عورتوں اور بچوں کی حفاظت بھی کی، اور اِسوقت یہ پردہ دار خاتون نامحرم لوگوں کے سامنے دربارِ یزید میں سر برہنہ کھڑی ہے، اِس بی بی کے ہاتھوں میں رسیاں بندھی ہوئی ہیں۔

ایسی خستہ حالت میں سیدہ زینب علیہا السلام نے کھڑے ہو کر اپنے بابا حضرت علی علیہ السلام کے لہجہ میں فصاحت و بلاغت سے پُر اتنا عظیم خطبہ دیا جو رہتی دنیا تک چراغ راہ اور سر چشمہ ہدایت ہے۔

یقینا ایسے ماحول میں لب کشائی کیلئے شیر کا کلیجہ اور جرات درکار تھی، سیدہ زینب علیہا السلام کو نہ یزید کے فرمانبردار اور چاپلوس سپاہیوں کا خوف تھا اور نہ ہی یزید کے ظالمانہ رویہ کا کوئی ڈر، چنانچہ آپ علیہا السلام نے ایسی شجاعت و شہامت کے ساتھ خطبہ دیا کہ یزید اپنی تمام قدرت وہیبت کے باوجود سیدہ زینب علیہا السلام کے سامنے خاموش رہنے پر مجبور ہو گیا، گویا سیدہ کے اس خطبہ کے جواب میں زمانے کے فرعون میں بھی کچھ کہنے کی جرات نہیں تھی اور وہ مسندِ خلافت پر بیٹھا ہر طرح کا مادی اختیار رکھنے کے باوجود ضعف و ناتوانی محسوس کر رہا تھا، کیونکہ یزید یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا

کہ کوئی اسیر وقیدی خاتون اُس کے سامنے کھڑے ہو کر بھرے دربار میں اُسے یوں ذلیل ورسوا کر سکتی ہے، ایسی ذلت ورسوائی کہ اب قیامت تک جس کاازالہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

سیدہ زینب علیہا السلام اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کی طرح ظالموں کے سامنے قد بلند کیا، بھرے دربار میں خدا کی حمد و ستائش کرتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور آل رسول علیہم السلام پر درود بھیجااور پھر قرآن مجید کی آیت مبارکہ سے اپنے خطبہ کاآغاز کیا۔

خطبہ کا مکمل عربی متن اور اردو ترجمہ

اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعالَمِينَ، وَالصَّلاةُ [صَلَّى اللَّهُ] عَلَى جَدِّي سَيدِ الْمُرْسَلِينَ	تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور [خدا کا] درود ہو میرے نانا پر جو تمام انبیاء کے سردار ہیں۔
صَدَقَ اللَّه سُبْحَانَهُ كَذَلِكَ يقُولُ: ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَى أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ﴾[1]	اللہ تعالی نے سچ فرمایا ہے: ''پھر برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلا دیا اور برابر ان کا مذاق اڑاتے رہے''
أَظَنَنْتَ يا يزيدُ حِينَ أَخَذْتَ عَلَينَا أَقْطَارَ الْأَرْض، وَضَيَّقْتَ عَلَينَا آفَاقَ السَّمَاء، فَأَصْبَحْنَا لَكَ فِي إِسَار [الذُّل]، نُسَاقُ إِلَيكَ سَوْقاً فِي قِطَارٍ، وَأَنْتَ عَلَينَا ذُواقْتِدَارٍ،	اے یزید: کیا تو یہ سمجھتا ہے چونکہ تم نے ہم پر زمین کے کناروں اور آسمان کی وسعتوں کو تنگ کر دیا ہے لہٰذا ہم تمہارے اسیر بن گئے ہیں؟! ہمیں ایک قطار میں ہانکتے ہوئے تمہاری طرف لایا جا رہا ہے اور تم ہم پر صاحب اختیار بن گئے ہو؟! اور (تمہارے خیال میں) اس طرح ہم اللہ کی طرف

[1]. سورہ روم (۳۰) آیت ۱۰.

أنَّ بِنَا مِنَ اللَّهِ هَوَاناً وَعَلَيكَ مِنْهُ كَرَامَةً وَامْتِنَاناً، وأَنَّ ذَلِكَ لِعِظَمِ خَطَرِكَ، وَجَلَالَةِ قَدْرِك.

سے پست اور تم سربلند ہو گئے ہو!، اور یہ سب کچھ خدا کی بارگاہ میں تمہاری عظمت اور قدر و منزلت کی بنا پر ہے!

فَشَمَخْتَ بِأَنْفِكَ، وَنَظَرْتَ فِي عِطفِكَ، تَضْرِبُ أَصْدَرَيكَ فَرِحاً وَتَنْفُضُ مِذْرَوَيكَ [مِذْرَوَيكَ] مَرِحاً، حِينَ رَأَيتَ الدُّنْيا لَكَ مُسْتَوْسِقَةً، وَالْأُمُورَ لَدَيكَ مُتَّسِقَةً، وَحِينَ صَفَا [صَفِيَ] لَكَ مُلْكُنَا، وَخَلَصَ لَكَ سُلْطَانُنَا

اب تم نے غرور و تکبر سے اپنی ناک چڑھا لی اور اپنے ارد گرد نظریں دوڑائیں، تم مسرت و شادمانی سے سرشار (اپنے غالب ہونے پر) اترا رہے ہو اور غرور و تکبر سے اپنے چاروں طرف دیکھ رہے ہو، جب تم نے دیکھ لیا کہ دنیا تمہارے اختیار میں آ چکی ہے اور سب معاملات تمہارے حسبِ مراد ہیں اور جب ہماری حکومت تمہارے اختیار میں آ گئی اور ہمارا حقِ سلطنت تمہارے لئے خاص ہو گیا۔

فَمَهْلًا مَهْلًا، لَا تَطِشْ جَهْلًا، أَنَسِيتَ قَوْلَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوْا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّما نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا إِثْماً وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾.[1]

ذرا ٹھہرو، تحمل کرو اور جہالت و نادانی میں طیش نہ کھاؤ، کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھول گئے ہو: "اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم انہیں جو ڈھیل دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے، ہم تو انہیں صرف اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ یہ لوگ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کر لیں اور آخرکار ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا"۔

أَمِنَ الْعَدْلِ يا ابْنَ الطُّلَقَاء، تَخْدِيرُكَ حَرَائِرَكَ وإِمَائَكَ،

اے آزاد شدہ غلاموں کی اولاد: تمہارا اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پردہ کے پیچھے بٹھانا اور رسول زادیوں

---

[1]. سورہ آل عمران (۳) آیت ۱۷۸.

اردو ترجمہ	عربی متن
کو اسیر بنا کے دربدر پھرانا، کیا یہ عدل ہے...؟!	وَسَوْقُكَ بَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ سَبَايا؟!
تم نے رسول زادیوں کو بے رِدا اور ان کے چہروں کو بے پردہ کیا، دشمن انہیں (جانوروں کی طرح) ہانکتے ہوئے شہر بہ شہر لائے، مسافر نظریں اٹھا اٹھا کر انہیں دیکھتے، اور باپردہ بیبیاں مختلف جگہوں کے رہائشی لوگوں کے سامنے بے پردہ ہو گئیں۔ دور اور نزدیک کا ہر حاضر و غائب شخص، ہر پست اور شریف اور ہر ادنی و اعلی انسان اُن کے چہروں کو غور سے دیکھتے ہوئے پہچاننے کی کوشش کرتا، جبکہ اُن کے ساتھ سرپرستی کرنے والا نہ کوئی اُن کا مرد ہے اور نہ ہی دیکھ بھال کرنے والی کوئی رشتہ دار عورت۔	قَدْ هَتَكْتَ سُتُورَهُنَّ، وَ أَبْدَيتَ وُجُوهَهُنَّ، تَحْدُو بِهِنَّ الْأَعْدَاءُ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ، وَيَسْتَشْرِفُهُنَّ [أَهْلُ] الْمَنَاقِلِ، وَ يَتَبَرّزْنَ [يبْرُزْنَ] لِأَهْلِ الْمَنَاهِلِ، وَيَتَصَفَّحُ وُجُوهَهُنَّ الْقَرِيبُ، وَ الْبَعِيدُ، وَ الغَائبُ وَ الشَّهِيدُ، وَالشَّرِيفُ وَالْوَضِيعُ، وَالدَّنِيُّ وَالرَّفِيعُ، لَيسَ مَعَهُنَّ مِنْ رِجَالِهِنَّ وَلِيٌّ، وَلَا مِنْ حُمَاتِهِنَّ حَمِيٌّ [حَمِيمٌ]
تمہارا یہ عمل اللہ کے ساتھ سرکشی، اور جان بوجھ کر رسول خدا ﷺ کا انکار، اور اُس دین (یا قرآن) کو ردّ کرنا ہے جسے پیغمبر اکرم ﷺ اللہ تعالی کی طرف سے لائے۔	عُتُوّاً مِنْكَ عَلَى اللَّهِ، وَ جُحُوداً لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَ دَفْعاً لِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّه
نہ ہی تم پر کوئی تعجب ہے اور نہ ہی تمہاری بدکاریوں پر حیرت ہے، بھلا ایسے شخص سے بھلائی کی توقع ہی کیا ہو سکتی ہے جس (کی دادی) نے شہیدوں کا جگر چبا کر تھوک دیا ہو، اور جس کا گوشت پوست سعادتمندوں کے خون سے بنا ہو، اور جس (کے دادا) نے سید الانبیاء ﷺ کے ساتھ جنگ کی، اُس نے مختلف گروہوں کو جمع کیا، سامانِ جنگ فراہم	وَلَا غَرْوَ مِنْكَ وَلَا عَجَبَ مِنْ فِعْلِكَ، وَ أَنَّى [وَكَيْفَ] يُرْتَجَىٰ مُرَاقَبَةُ [الْخيرُ] مَنْ لَفَظَ فُوهُ أَكْبَادَ الشُّهَدَاء [الأَزْكِيَاء]، وَنَبَتَ لَحْمُهُ بِدِمَاءِ السُّعَدَاءِ [الشُّهَدَاءِ]، وَنَصَبَ الْحَرْبَ لِسَيِّدِ الْأَنْبِياءِ، وَجَمَعَ الْأَحْزَابَ، وَشَهَرَ الْحِرَابَ،

وهَزّ السُّيوفَ فِيْ وَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ، أَشَدُّ الْعَرَبِ [لِلّٰهِ] جُحُوداً، وَأَنْكَرُهُمْ لَهُ رَسُولًا، وَأَظْهَرُهُمْ لَهُ عُدْوَاناً، وَأَعْتَاهُمْ عَلَى الرَّبِّ كُفْراً وَطُغْيَاناً	کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے مقابلے میں تلواریں کھینچ لیں، تمام عرب میں سب سے بڑھ کر خدا کا منکر تھا، اور سب سے بڑھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا انکار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی دشمنی کا اظہار ظاہر کرنے والا تھا، اور پروردگار کے کفر و سرکشی میں سب سے آگے تھا۔
أَلَا إِنَّهَا نَتِيجَةُ خِلَالِ الْكُفْرِ، وَصبٌّ [ضِبٌّ] يُجَرْجِرُ فِي الصَّدْرِ لِقَتْلَى يومِ بَدْرٍ، فَلَا يسْتَبْطِءُ فِي بُغْضِنَا أَهْلَ الْبيتِ مَنْ كَانَ نَظَرُهُ إِلَينَا شَنَفاً [وَشَنْآناً]، وَأَحناً وَأَضغَانًا [ضَغَناً]	خبردار! یہ سب، کفر کے نفوذ اور جنگ بدر کے دن قتل ہونے والے مشرکوں کے سبب تمہارے سینوں کو فشار دینے والے کینہ کا نتیجہ ہے، پس ایسا شخص ہم اہل بیتؑ کے ساتھ دشمنی کرنے میں کیونکر کوتاہی کرے گا جو ہمیشہ شدید کینہ اور بغض وعداوت کی نگاہ سے ہماری طرف دیکھتا ہو۔
يَظْهِرُ كُفْرَهُ بِرَسُولِهِ، وَ يَفْصِحُ ذَلِكَ بِلِسَانِه، وَهُوَ يَقُولُ فَرِحاً بِقَتْلِ وُلْدِهِ، وَسَبْيِ ذُرِّيتِهِ، غَيرَ مُتَحَوِّبٍ وَلَا مُسْتَعْظِمٍ، [يهتِفُ بَأَشياخِهِ]: لَأَهَلُّوا وَاسْتَهَلُّوا فَرَحاً وَ لَقَالُوا يا يزيدُ لَا تُشَلَّ	وہ (یزید) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے انکار پر مبنی اپنے کفر کا کھلم کھلا اظہار، اور اپنی زبان سے اپنے کفر کو واضح طور پر بیان کر رہا ہے، اور وہ اولادِ رسول کے قتل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذریت کی اسیری پر خوش ہوتے ہوئے، خود کو گناہکار سمجھنے اور اتنے بڑے گناہ کا احساس کرنے کی بجائے (اپنے آباواجداد کو چیخ چیخ کر بلاتے ہوئے) کہہ رہا ہے: "وہ ہوتے تو یقینا خوشی سے پھولے نہ سماتے اور دوسروں سے بھی خوشی منانے کو کہتے اور ضرور کہتے کہ اے یزید تمہارے ہاتھ سلامت رہیں"۔
مُنْحَنِياً [مُنْتَحِياً] عَلَى ثَنَايا أَبِي	امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر جھک کر اپنے

عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام، وَكَانَ مُقَبَّلَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله، يَنْكُتُهَا بِمِخْصَرَتِهِ، قَدِ الْتَمَعَ السُّرُورُ بِوَجْهِهِ

ہاتھوں میں لی ہوئی چھڑی رسول خدا صلى الله عليه وآله کی بوسہ گاہ پر مارتا ہے جبکہ اس کے چہرے سے خوشی جھلک رہی ہے۔

لَعَمْرِي لَقَدْ نَكَأْتَ الْقُرْحَةَ، وَاسْتَأْصَلْتَ الشَّافَةَ، بِإِرَاقَتِكَ دَمَ سَيِدِ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَ ابْنِ يَعْسُوبِ الْعَرَبِ، وَ شَمْسِ آلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ،

میرے دین و مذہب کی قسم، یقینا تم نے جوانانِ جنت کے سردار، یعسوب الدین کے فرزند اور عبدالمطلب کی آل کے چشم و چراغ کا خون بہا کر مندمل زخم کو ہرا کر ڈالا ہے اور جڑیں کاٹ ڈالی ہیں۔

وَ هَتَفْتَ بِأَشْيَاخِكَ، وَ تَقَرَّبْتَ بِدَمِهِ إِلَى الْكَفَرَةِ مِنْ أَسْلَافِكَ، ثُمَّ صَرَخْتَ بِنِدَائِكَ، وَ لَعَمْرِي قَدْ نَادَيْتَهُمْ لَوْ شَهِدُوكَ!، وَ وَشِيكاً تَشْهَدُهُمْ وَلَنْ يَشْهَدُوكَ.

تم نے اپنے بزرگوں کو بلایا ہے اور سید الشہداء عليه السلام کے خون کے ذریعہ اپنے کافر اسلاف کا تقرب حاصل کیا ہے اور پھر بلند آواز سے چلائے ہو؛ اور مجھے قسم، تم نے انہیں پکارا ہے کہ کاش وہ تمہیں دیکھتے،اور عنقریب تم انہیں دیکھو گے لیکن وہ ہر گز تمہیں نہیں دیکھیں گے۔

وَلَتَوَدُّ يَمِينُكَ كَمَا زَعَمْتَ شُلَّتْ بِكَ عَنْ مِرْفَقِهَا وَجُذَّتْ، وَ أَحْبَبْتَ أُمَّكَ لَمْ تَحْمِلْكَ، وَ أَبَاكَ لَمْ يَلِدْكَ، حِينَ تَصِيرُ إِلَى سَخَطِ اللَّهِ، وَ مُخَاصِمُكَ [وَمُخَاصِمُ أَبِيكَ] رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله

یقینا تم چاہو گے کہ کاش یہی تمہارا دایاں ہاتھ کہنی سے شل ہو گیا ہوتا اور کٹ چکا ہوتا،اور تم یہ چاہو گے کہ کاش تمہاری ماں نے تمہیں اپنے شکم میں نہ لیا ہوتا اور تمہارے باپ نے تمہیں پیدا نہ کیا ہوتا، جب تم اللہ تعالی کی ناراضگی کا سامنا کرو گے اور رسول خدا صلى الله عليه وآله تمہارے (اور تمہارے اسلاف کے) خلاف مدّعی ہوں گے۔

اللَّهُمَّ خُذْ بِحَقِّنَا، وَانْتَقِمْ مِنْ

خدایا! تو ہی ہمارا حق لے اور ہم پر ظلم وستم کرنے

ظَالِمِنَا، وَأَحْلِلْ غَضَبَكَ عَلى مَنْ سَفَكَ دِمَائَنَا، ونَقَضَ ذِمَارَنَا [نَقَصَ ذِمَامَنَا]، وَقَتَلَ حُمَاتَنَا، وَ هَتَكَ عَنَّا سُدُولَنَا،

والے سے انتقام لے، اور اُس پر اپنا غضب نازل فرما جس نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے حقوق کو پامال کیا (ہماری عزت و آبرو کم کرنے کی کوشش کی)، ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا اور ہماری حرمت پامال کی۔

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ، وَ مَا فَرَيتَ إِلَّا جِلْدَكَ، وَ مَا جَزَزْتَ إِلَّا لَحْمَكَ.

اے یزید: تم نے جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکے، اور (یاد رکھو کہ) تم نے اپنی ہی کھال ادھیڑی ہے اور اپنا ہی گوشت ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔

وَ سَتَرِدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَا تَحَمَّلْتَ مِنْ دَمِ ذُرِّيتِهِ، وَ انْتَهَكْتَ مِنْ حُرْمَتِهِ، وَسَفَكْتَ مِنْ دِمَاءِ عِتْرَتِهِ وَلُحْمَتِهِ.

اور عنقریب تم رسول خدا ﷺ کے سامنے جاؤ گے جبکہ تم نے آپ ﷺ کی اولاد کا خون اپنی گردن پر لیا؛ آپ ﷺ کی حرمت پامال کی اور آپ ﷺ کی عترت اور خاندان کا خون بہایا۔

حَيثُ يجْمَعُ بِهِ شَمْلَهُمْ ، وَيلُمُّ بِهِ شَعَثَهُمْ ، وَ ينْتَقِمُ مِنْ ظَالِمِهِمْ ، وَ يأْخُذُ لَهُمْ بِحَقِّهِمْ مِنْ أَعْدَائِهِم.

جب خدا اُن سب (اولادِ رسولؐ) کو رسول خدا ﷺ کے ساتھ اکٹھا کرے گا، اور اُن سب بکھرے ہوؤں کو آپ ﷺ کے ساتھ ملا دے گا؛ اور اُن پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لے گا اور اُن کے دشمنوں سے اُن کے حق کا بدلہ لے گا۔

فَلَا يسْتَفِزَّنَّكَ الْفَرَحُ بِقَتْلِهِم، ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾

اے یزید: اولادِ رسول کے قتل کی یہ خوشی تمہیں ذلیل و رسوانہ کر دے: "اور تم خدا کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق پاتے ہیں، وہ خدا کی طرف سے ملنے والے فضل سے خوش ہیں)"۔

وَحَسْبُكَ بِاللَّهِ وَلِياً وَ حَاكِماً، وَ

اور تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ خدا ہی ولی اور

بِرَسُولِ اللَّهِ خَصْماً، وَ بِجَبْرَئِيلَ ظَهِيرًا، وَ سَيَعْلَمُ مَنْ بَوَّأَكَ وَ مَكَّنَكَ مِنْ رِقَابِ الْمُسْلِمِينَ، أَنْ ﴿**بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا**﴾[1]، وَ أَيُّكُمْ [أَنَّكُمْ] ﴿**شَرٌّ مَكَانًا وَ أَضَلُّ سَبِيْلًا**﴾[2]	فیصلہ کرنے والا ہے، رسول خداﷺ تمہارے خلاف مدعی ہیں اور جبرائیل پشت پناہ اور مددگار ہے۔اور جس نے تمہاری خلافت کی راہ ہموار کی ہے اور تمہیں مسلمانوں پر مسلط کیا ہے، وہ عنقریب جان لے گا کہ ”ظالموں کی پاداش بہت بُری ہے“، اور تم میں سے کس کا ٹھکانہ بہت بُرا اور وہ بہت زیادہ گمراہ ہے۔
وَمَا اسْتِصْغَارِي قَدْرَكَ، وَلَا اسْتِعْظَامِي تَقْرِيعَكَ، تَوَهُّماً لِانْتِجَاعِ الْخِطَابِ فِيكَ، بَعْدَ أَنْ تَرَكْتَ عُيُونَ الْمُسْلِمِينَ بِهِ عَبْرَى، وَ صُدُورَهُمْ عِنْدَ ذِكْرِهِ حَرَّى، [وَ لَئِنْ جَرَّتْ عَلَيَّ الدَّوَاهِي مُخَاطَبَتَكَ إِنِّي لَأَسْتَصْغِرُ قَدْرَكَ وَأَسْتَعْظِمُ تَقْرِيعَكَ]	میں تمہیں اس لئے حقیر شمار نہیں کر رہی اور نہ ہی اس لئے تمہاری سرزنش اور توبیخ میرے لئے مھم ہے کہ میرے خیال میں میری باتیں تم پر اثر کریں گی، جبکہ تم نے مسلمانوں کی آنکھوں کو اشکبار کیا ہے اور اُس (واقعہ کربلا) کی یاد سے اُن کے دل جل جاتے ہیں؛ {اگرچہ حالات نے مجھے تمہارے ساتھ مخاطب ہونے پر مجبور کر دیا ہے، یقینا میں تجھے حقیر سمجھتی ہوں اور تمہاری ملامت کرنا بھی میرے لئے گراں ہے}
فَتِلْكَ قُلُوبٌ قَاسِيَةٌ، وَنُفُوسٌ طَاغِيَةٌ، وَأَجْسَامٌ مَحْشُوَّةٌ بِسَخَطِ اللَّهِ وَلَعْنَةِ الرَّسُولِﷺ، قَدْ عَشَّشَ فِيهِ الشَّيْطَانُ وَفَرَّخَ، وَمَنْ	یہ دل سخت ہیں، اور نفس سرکش ہیں، اور جسم اللہ تعالی کی ناراضگی اور رسول خداﷺ کی لعنت ونفرین سے پُر ہو چکے ہیں، ان میں شیطان نے آشیانہ بنالیا ہے اورزاد وولد کی ہے، تم جیسا اور کون

[1]. سورہ کہف (۱۸) آیت ۵۰.

۲. سورہ فرقان (۲۵) آیت ۳۴.

هُنَاكَ مِثْلُكَ مَا دَرَجَ [وَنَهَض]؟!

ہے جو ایسے راستہ پر چلا اور ایسی جگہ سے اٹھا ہو؟!

فَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ لِقَتْلِ الْأَتْقِياء، وَأَسْبَاطِ الْأَنْبِياء، وَسَلِيلِ الْأَوْصِياء، بِأَيدِي الطُّلَقَاء الْخَبِيثَةِ، وَنَسْلِ الْعَهَرَة الْفَجَرَةِ

آہ، بہت تعجب ہے کہ پاک و نجیب لوگ، نبیؐ زادے اور اوصیاء کی اولاد؛ ناپاک طلقاء (آزاد شدہ غلام)، بدکاروں اور زناکاروں کی اولاد کے ہاتھوں قتل کر دیئے جائیں!!!

تَنْطِفُ أَكُفُّهُمْ مِنْ دِمَائِنَا، وَتَتَحَلَّبُ أَفْوَاهُهُمْ مِنْ لُحُومِنَا، وَلِلْجُثَثِ الزَّاكِيَةِ [تِلكَ الْجُثَثِ الزَّاكِيَةِ] عَلَى الْجُبُوبِ الضَّاحِيَةِ، تَنْتَابُهَا الْعَوَاسِلُ، وَ تُعَفِّرُهَا أَمَّهَاتُ الفَوَاعِلُ [الْفَرَاعِلُ]

ہمارا خون اُن کے ہاتھوں سے ٹپک رہا ہے، اور ہمارے گوشت سے ان کے منہ میں پانی بھر آتا ہے، اور بیابان کی خاک پر پڑے ہوئے وہ پاک و پاکیزہ لاشے، جن کے ساتھ بھیڑیئے سرکشی، اور درندہ حیوانات کے ٹولے انہیں خاک آلود کرتے رہے۔

فَلَئِن اتَّخَذْتَنَا مَغْنَماً، لَتَجِدُ بِنَا [لَتَتَّخِذُنَا] وَشِيكاً مَغْرَماً [مُغْرَمًا]، حِينَ لَا تَجِدُ إِلَّا مَا قَدَّمَتْ يدَاكَ، وَمَا اللَّهُ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ

آج اگر تم نے ہمیں غنیمت سمجھ کر گرفتار کیا ہے تو یقینا بہت جلد اسی غنیمت کے بدلے میں تمہیں جرمانہ ادا کرنا پڑے گا، جبکہ اُس وقت تمہارے پاس اپنے کئے ہوئے اعمال کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گا، اور اللہ اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔

فَإِلَي اللَّهِ الْمُشْتَكَى وَالْمُعَوَّلُ، وَإِلَيهِ الْمَلْجَأُ وَالْمُؤَمَّل

پس میں اللہ ہی کی بارگاہ میں تمہاری شکایت کرتی ہوں اور خدا پر ہی میرا بھروسہ ہے، وہی پناہ گاہ ہے اور اُسی سے میری امید وابستہ ہے۔

ثُمَّ كِدْ كَيدَكَ، [وَ اسْعَ سَعْيَكَ] وَاجْهَدْ جُهْدَكَ [وَ نَاصِبْ جُهْدَكَ]، فَوَ [اللهُ] الَّذِي شَرَّفَنَا بِالْوَحْيِ وَالْكِتَابِ، وَالنُّبُوَّةِ

(اے یزید) پھر بھی جو مکر وفریب کر سکتے ہو کر لو، اور پوری کوشش کر کے دیکھ لو، لیکن اُس (خدا) کی قسم جس نے ہمیں وحی، قرآن اور نبوت وانتخاب سے شرفیاب فرمایا ہے، تم ہماری انتہا کو درک نہیں

وَالِانْتِخَابِ [الِانْتِجَابِ]، لَا تُدْرِكُ أَمَدَنَا، وَلَا تَبْلُغُ غَايَتَنَا، وَلَا تَمْحُوْا ذِكْرَنَا، [وَ لَا تُمِيتُ وَحْيَنَا]، وَ لَا يرْحَضُ عَنْكَ عَارُنَا.

کر سکتے، ہماری نہایت اور بلندی کو نہیں چھو سکتے، ہمارا ذکر نہیں مٹا سکتے [ہم پر نازل ہونے والی وحی (قرآن) کو ختم نہیں کر سکتے] اور تم سے ہم پر ظلم وستم کا دھبہ کبھی نہیں دھل سکے گا۔

وَ هَلْ رَأْيكَ إِلَّا فَنَدٌ، وَ أَيامُكَ إِلَّا عَدَدٌ، وَ جَمْعُكَ إِلَّا بَدَدٌ، يوْمَ ينَادِي الْمُنَادِي أَلَا لَعَنَ اللّهُ الظَّالِمَ الْعَادِي

(اے یزید) کیا تمہارا خیال، غلطی کے علاوہ کچھ اور ہے؟!، اور کیا تمہاری قدرت کے دن محدود اور کیا تمہاری جمیعت بکھرنے کے سوا کچھ اور ہے؟! جس دن منادی ندا دے گا کہ خبردار: تجاوز کرنے والے ظالموں پر خدا نے لعنت کی ہے۔

وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي حَكَمَ لِأَوْلِيائِهِ بِالسَّعَادَةِ، وَ خَتَمَ لِأَصفِيَائِهِ [لِأَوْصِيائِهِ] بِالشَّهَادَة بِبُلُوغ الْإِرَادَةِ، نَقَلَهُمْ إِلَى الرَّحْمَةِ وَ الرَّأْفَةِ، وَ الرِّضْوَانِ وَ الْمَغْفِرَةِ، وَ لَمْ يشْقَ بِهِمْ غَيرُكَ، وَلَا ابْتَلَى بِهِمْ سِوَاكَ،

تمام تعریفیں اُس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے اولیاء کیلئے سعادت قرار دی اور اپنے منتخب بندوں کیلئے شہادت کے ساتھ ارادوں کی تکمیل کو مقرر کیا، خدا نے اُن کو رحمت، شفقت، رضوان اور مغفرت کی طرف منتقل کر دیا ہے۔ تیرے علاوہ کسی نے اُن کے ساتھ شقاوت نہیں کی، اور تیرے علاوہ کسی نے انہیں آزمائش میں نہیں ڈالا۔

وَنَسْأَلُهُ أَنْ يكْمِلَ لَهُمُ الْأَجْرَ، وَيجْزِ [يجْزِلَ] لَهُمُ الثَّوَابَ وَالذُّخْرَ، وَ نَسْأَلُهُ حُسْنَ الْخِلَافَةِ، وَ جَمِيلَ الْإِنَابَةِ، إِنَّهُ رَحِيمٌ وَدُودٌ.

اور ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شہداء کا اجر کامل کرے اور اُن کے ثواب اور آخرت کے ذخیرہ میں اضافہ فرمائے، اور ہم خدا سے بہترین جانشینی اور خوبصورت قبولیت کے خواہاں ہیں، بے شک وہ نہایت رحم اور محبت کرنے والا ہے۔

خطبہ کی تشریح

الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعالَمِينَ، وَالصَّلاةُ [صَلَّى اللهُ] عَلَى جَدِّي سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور [خدا کا] درود ہو میرے نانا پر جو تمام انبیاء کے سردار ہیں۔

تشریح

خطبہ کا آغاز اور اپنا تعارف

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کا آغاز پروردگار کی حمد و ثنا اور اپنے نانا رسول خداؐ پر صلوات و درود بھیجنے سے کیا، اور رسول خداؐ کا ذکر کرتے ہوئے خاص طور پر جَدِّی "یعنی میرے نانا" کا لفظ استعمال فرمایا، اس طرح گویا سیدہؑ نے دربارِ یزید میں بیٹھے تمام افراد کے سامنے اپنا اور اپنے قافلہ کے دیگر اسیروں کا تعارف کروایا کہ رسول خداؐ میرے ہی نانا ہیں اور میں آپؐ کی نواسی ہوں، تاکہ تمام حاضرین سمجھ جائیں کہ یہ اسیر اور قیدی خواتین کسی بے دین باغی کا خانوادہ نہیں ہیں بلکہ خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے والے اور رسول خداؐ کی ذریت ہیں؛ سیدہ زینبؑ نے اس طرز گفتگو سے اپنے خطبہ کی ابتدا ہی میں دربار میں موجود افراد کے افکار اور احساسات کو اپنے کنٹرول میں لے لیا تاکہ وہ حقیقت حال سننے اور اسے دل

وجان سے قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

سیدہ زینب علیہا السلام کو اپنے خطبہ کی ابتداء ہی میں اپنا تعارف اور خود کو رسول زادی کے عنوان سے متعارف کروانے کی ضرورت اس لئے بھی تھی کہ جب سے شام کا علاقہ مسلمانوں کے اختیار میں آیا تھا وہاں خالد بن ولید اور معاویہ بن ابوسفیان جیسے حکمران رہے، وہاں کے لوگوں نے نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو دیکھا تھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی گفتار ورفتار سے آگاہ تھے؛ وہ لوگ نہ ہی اصحاب کی روش ورفتار سے واقف تھے اور نہ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اہل بیت علیہم السلام کو پہچانتے تھے۔ چند گنے چنے اصحاب وہاں دین کی صحیح تبلیغ کے لئے گئے لیکن عام لوگوں میں نفوذ پیدا نہ کرسکے یہی وجہ ہے کہ شام کے لوگ ابوسفیان کے بیٹے اور اُس کے ساتھیوں کے اعمال و کردار ہی کو سنتِ مسلمانی سمجھتے تھے۔

اس سے پہلے شام والے روم کے تسلط میں تھے اور چونکہ دورانِ اسلام کی حکومتوں کو سابقہ حکومتوں کی نسبت عادل سمجھتے تھے لہٰذا اسلامی حکومتوں کی حمایت کرتے تھے جبکہ وہ اسلام کی حقیقت سے بے خبر اور اسلام کے وارثوں سے ناآشنا تھے۔

مشہور مؤرخ مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ) نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن علی نے شام کے بزرگوں میں سے چند دانا اور مشہور افراد کو ابی العباس سفاح کے پاس بھیجا، جب وہ سفاح کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: خدا کی قسم ہم نہیں جانتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اقرباء اور آپ کے اہل بیت میں سے بنی امیہ کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی وراثت (خلافت) حاصل کرے، یہاں تک کہ تم لوگوں (بنی عباس) نے خلافت سنبھال لی۔[1]

---

۱. ونزل عبدالله بن علي الشام، و وجّه أبي السفاح أشياخاً من أهل الشام من أرباب النعم والرياسة من سائر اجناد الشام فحلفوا لأبي العباس السفاح أنّهم ما علموا لرسول الله صلى الله عليه وسلم قرابةً و لا أهل بيت يرثونه غير بني امية حتى ولّيتم الخلافة (مروج الذہب (مسعودی): ج ۳ ص ۳۳، تحقیق اسعد داغر، ط دوم ۱۴۰۹ھ، دار

یہی وجہ ہے کہ کربلا کے بعد جب اہل بیت علیہم السلام کے اسیروں کا قافلہ دمشق میں داخل ہوا تو ایک شخص حضرت امام سجاد علیہ السلام کے سامنے آیا اور کہا: خدا کا شکر ہے کہ اُس نے تمہیں قتل اور نابود کیا اور لوگوں کو تمہارے شر سے بچا لیا اور امیر المومنین (یزید) کو تم پر فتح دی؛ حضرت امام سجاد علیہ السلام خاموشی سے یہ سب سنتے رہے اور جب وہ شخص اپنے دل کی تمام غلاظت نکال چکا تو امام علیہ السلام نے اُس سے پوچھا: کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟

کہا: ہاں

فرمایا: کیا تم نے یہ آیت مبارکہ بھی پڑھی ہے: ﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾[1]

کہا: ہاں

فرمایا: کیا تم نے یہ آیت مبارکہ بھی پڑھی ہے: ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ﴾[2]

کہا: ہاں

فرمایا: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾[3]

کہا: ہاں

پھر فرمایا: اے شخص یہ آیات ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہیں، ہم ہی ذوی القربی ہیں، ہم ہی اہل بیت علیہم السلام ہیں جو نجاست سے پاک و پاکیزہ ہیں۔

یہ سن کر اُس شخص نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر توبہ کی کہا: اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَبْرَاءُ اِلَيْكَ

الھجرۃ قم).

۱. سورہ شوری (۴۲) آیت ۲۳.

۲. سورہ اسراء (۱۷) آیت ۲۶.

۳. سورہ احزاب (۳۳) آیت ۳۳.

مِنْ عَدُوِّ آل مُحَمَّدٍ وَ مَنْ قَتَلَةَ أَهْلَ بَيْتِ مُحَمَّدٍ، لَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ فَمَا شَعَرْتُ لِهذَا قَبْلَ الْيَوْمِ؛ پروردگار میں تیرے سامنے آل محمدؑ کے دشمنوں سے برائت کرتا ہوں اور اُس سے بھی جس نے محمدﷺ کے اہل بیتؑ کو قتل کیا؛ میں نے قرآن پڑھا تھا لیکن آج سے پہلے اسے سمجھا نہیں تھا۔[1]

اسی طرح یزید کے دربار میں بھی بہت سے ایسے افراد موجود تھے جو حقیقتِ حال سے واقف نہیں تھے یہی وجہ ہے کہ سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کی ابتدا ہی میں خود کو رسول خداﷺ کی نواسی کے عنوان سے متعارف کروایا۔

مصیبت میں بھی شکر الٰہی

سیدہ زینبؑ نے اپنے مصائب کے عروج کے وقت بھی اللہ تعالی سے اپنی مصیبتوں کی کوئی شکایت کرنے کی بجائے ایک کامل شاکر اور صابر انسان کے عنوان سے اپنے خطبہ کو پروردگار کی حمد و ستائش سے شروع کیا۔

ہم میں سے کتنے ایسے انسان ہیں جو معمولی دنیاوی مصیبت پر اللہ تعالی سے شکوہ و شکایت کرنا شروع کر دیتے ہیں؛ کبھی کسی مصیبت و پریشانی کی وجہ سے پروردگار سے ناراض ہو جاتے ہیں؛ اور بعض انسان تو ایسے بھی ہیں جو کسی مصیبت پر نالاں ہو کر کفرآمیز جملات اپنی زبان پر لے آتے ہیں؛ لیکن سیدہ زینبؑ نے کربلا میں اتنے سخت مصائب برداشت کرنے کے بعد دشمنوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے سب سے پہلے اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور اُس کا شکر ادا فرمایا۔

---

[1]. الامالی (شیخ صدوق): ص۲۳۰، ط اول ۱۴۱۷ھ، مؤسسہ البعثۃ قم؛ الاحتجاج (طبرسی): ج۲ ص۳۳، ۳۴؛ یہی روایت اہل سنت کی کتب میں بھی سورہ شوری کی آیت ۲۳ کی تفسیر کے ذیل میں مختصر طور پر بیان ہوئی ہے، رجوع کریں: تفسیر القرآن (ابن کثیر): ج۴ ص۱۲۱، ط ۱۴۱۲ھ دار المعرفہ بیروت؛ تفسیر الدر المنثور (جلال الدین سیوطی): ج۶ ص۷، ط دار المعرفہ بیروت.

اس طرح گویا علیؑ کی بیٹی نے اپنے ماننے والوں کو درس زندگی عطا کیا کہ کبھی مصیبتوں کی انتہا کے وقت بھی اللہ تعالی سے شکوہ و شکایت یا پروردگار کو فراموش نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہر حالت میں خداوند کی رضا سے راضی ہوتے ہوئے اُس کی حمد و ثنا بجالانا ہی ایمان کا تقاضا ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ''مال اور اولاد سے متعلق ہر مصیبت کے وقت صابر بنو، کیونکہ اللہ تعالی اپنی دی ہوئی امانت اور ہدیہ ہی واپس لیتا ہے تاکہ تمہارے صبر اور شکر کو آزمائے''۔[1]

سیدہ زینبؑ کا یہ اندازِ بیاں آپ کے صبر واستقامت اور عزم واستقلال کا عکاس ہے، ایسا عزم واستقلال جس کے سامنے پہاڑ بھی پشیمان اور ایسا صبر جس پر ملائکہ بھی محو حیرت ہیں، اور اسی صبر استقامت اور عزم واستقلال کی بنا پر سیدہ زینبؑ نے تاریخ اسلام میں ایک ایسا منفرد مقام پایا اور ایسا عظیم کارنامہ سرانجام دیا جو رہتی دنیا تک تمام انسانیت کیلئے مشعل راہ اور اسوہ حسنہ بن گیا۔

اس کے علاوہ سیدہ زینبؑ جانتی تھیں کہ دشمن اس تاک میں ہیں کہ کوئی ایسا ردّ عمل، جملہ یا کلمہ سنائی دے جس سے خاندانِ رسولؐ کی کمزوری ظاہر ہوسکے، لیکن سیدہ زینبؑ نے دشمن کو کوئی ایسا موقع ہی فراہم نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب گیارہ محرم کو سیدہ اپنے بھائی کی لاش کے قریب پہنچیں تو نہایت خلوص کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اَللھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا هَذَا الْقُرْبَان ''میرے اللہ اس قربانی کو ہم سے قبول فرما''؛[2] اور پھر جب یزید کے دربار میں خطبہ دیا تو بھی اپنے خطبہ کی ابتدا اللہ تعالی کی حمد و ثنا سے کی۔

---

۱. اِصْبِرْ نَفْسَكَ عِنْدَ كُلِّ بَلِيَّةٍ وَ رَزِيَّةٍ فِي وَلَدٍ أَوْ فِي مَالٍ فَإِنَّ اللَّهَ إِنَّمَا يَقْبِضُ عَارِيَّتَهُ وَ هِبَتَهُ لِيَبْلُوَ شُكْرَكَ وَ صَبْرَكَ (بحار الانوار (مجلسی): ج۸۸ ص۹۴؛ تحف العقول (بحرانی): ص۳۶۱؛ مستدرک الوسائل (میرزانوری): ج۲ ص۴۲۳).

۲. حیاۃ الامام الحسین (باقر شریف القرشی): ج۲ ص۳۰۱، ط اول ۱۳۹۵ھ، مطبعہ الآداب نجف اشرف.

خطابت کی صحیح روش

سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے پہلے جملہ ہی میں خطابت کی صحیح روش اور تقریر کا بہترین طریقہ بھی بیان فرمایا ہے، اور تمام مبلغین اسلام کو اس اہم نکتہ کی طرف متوجہ کیا ہے کہ ہر خطیب کو اپنے خطبہ کا آغاز اللہ تعالی کی حمد وثنا اور محمد وآل محمد علیہم السلام پر درود و صلوات بھیجنے سے کرنا چاہیے۔

البتہ سیدہ زینب علیہا السلام کا یہ خطبہ، خطابت کے تقاضوں کے لحاظ سے بھی بے مثال ہے، کیونکہ عام طور سے فصیح وبلیغ خطابت صرف اُسوقت ممکن ہے جب:

۱. خطیب ایسے ماحول میں خطبہ دے کہ لوگ اُسے منفی نگاہوں سے نہ دیکھتے ہوں، لیکن سیدہ زینب نے ایسے ماحول میں خطبہ دیا جب کچھ لوگ آپ کی شخصیت سے واقف ہی نہیں تھے اور کچھ صرف اتنا جانتے تھے کہ یہ حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والے گروہ کا خاندان ہیں۔

۲. خطیب جسمانی لحاظ سے کسی مشکل میں گرفتار نہ ہو یعنی وہ بیمار نہ ہو یا اُس پر بھوک و پیاس کا غلبہ نہ ہو، لیکن سیدہ زینب علیہا السلام کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک کا سفر کر کے یزید کے دربار میں پہنچیں اور اس طولانی راستے میں اپنے حصے کا مختصر سا کھانا وپانی بھی بچوں میں تقسیم کرتی رہیں۔

۳. خطیب نفسیاتی اعتبار سے کسی مشکل یا پریشانی میں مبتلا نہ ہو لیکن سیدہ زینب علیہا السلام کی کی نفسیاتی حالت اور پریشانی کا اندازہ لگانا بھی ممکن نہیں ہے۔

۴. لوگ خطیب کی بات سننے کے لئے تیار ہوں لیکن یہاں ایسا نہیں تھا بلکہ سب لوگ یزید کی باتیں سننے کے لئے جمع تھے۔

۵. خطیب کے سامنے اُسے پریشان کرنے والے مناظر نہ ہوں، جبکہ سیدہ زینب علیہا السلام بچوں کو اسیری کی حالت میں دیکھ رہیں ہیں، یزید کی گستاخیوں کا مشاہدہ کر رہی ہیں کہ بھائی کا سر اُس کے تخت کے سامنے ہے اور وہ چھڑی تھامے ہوئے سید الشھداء علیہ السلام کے سر کے ساتھ بے ادبی کر رہا ہے۔

ان تمام چیزوں کے باوجود سیدہ زینب علیہا السلام نے بالبداھہ ایسا خطبہ دیا جو مطالب کے لحاظ سے نہایت عمیق، مستحکم، متین، بامقصد، فصیح و بلیغ اور روان تھا جس کی مثال صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ، علی مرتضی علیہ السلام اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کے خطبات ہیں۔

صَدَقَ اللهُ سُبْحَانَهُ كَذٰلِكَ يَقُولُ: ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَى أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ﴾

معانی: أساؤُا السُّوأی یعنی انہوں نے اپنے ساتھ برائی کی؛ اِسْتِهْزَا یعنی مذاق۔

ترجمہ: اللہ تعالی نے سچ فرمایا ہے: ”پھر برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلادیا اور برابر ان کا مذاق اڑاتے رہے“۔[۱]

تشریح

قرآن مجید کی آیات سے استناد

قرآن مجید وہ کتاب ہے کہ جس کی صداقت اور حقانیت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا قرآن مجید کی آیات سے استناد اس بات کا سبب بنتا ہے کہ ہر کہنے والے کی بات میں وزن پیدا ہو جائے اور تمام لوگ اُس کی بات کو حقیقت پر مبنی قرار دیتے ہوئے قبول کر لیں، جیسا

۱. سورہ روم (۳۰) آیت ۱۰.

کہ رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا: عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ فَاتَّخِذُوْهُ اِمَاماً وَقَائِداً، فَاِنَّهُ كَلَامِ رَبِّ العَالَمِيْنِ ؛ "قرآن مجید سے تمسک کرو، اور اسے اپنا پیشوا اور رہبر قرار دو، کیونکہ یہ عالمین کے پروردگار کا کلام ہے"۔[۱] اس بنا پر سیدہ زینبؑ نے یزید پر کوئی بھی اعتراض کرنے سے پہلے قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی۔

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطاب کی ابتدا ہی میں قرآنی آیت سے استناد کرکے یہ بات بھی واضح کی کہ وہ قرآنی مکتب کی تربیت یافتہ ہیں، اس طرح آپ نے صاحبان ایمان کو یہ درس بھی دیا کہ ہر حالت میں کلام خدا کو اپنی منطق، اصول اور فصل الخطاب قرار دیں، کیونکہ یہی کتاب حق ہے جس میں باطل کا گزر نہیں اور ایسی حقیقت ہے جس کی کسوٹی پر ہر کلام کو پرکھا جاسکتا ہے۔ لہٰذا زمانہ کتنا ہی بدل کیوں نہ جائے، مادی انسان کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلے، اور تہذیبوں میں کتنا ہی تنوع کیوں نہ پیدا ہو جائے، اس کے باوجود قرآن مجید ہر دور میں اسلامی تہذیب، فکر اور تحریک کا اصلی گوہر رہے گا۔

یزید کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا

چونکہ یزید ظاہری طور پر قرآن مجید کو مانتا اور اس پر ایمان کا اظہار کرتا تھا اسی لئے سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے شروع ہی میں اُسے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف متوجہ کیا جس میں گنہگاروں کو خدا کی آیتوں کو جھٹلانے والا قرار دیتے ہوئے عذاب کی خبر دی گئی تھی۔

چونکہ سورہ روم کی مذکورہ آیت مبارکہ، کفار کے مغلوب ہونے کی داستان کے ضمن میں قوم عاد اور قوم ثمود کی حکایت کرتے ہوئے اُن کے بدترین انجام کو بیان کرتی ہے، لہٰذا اس آیت مبارکہ کی تلاوت کے ذریعہ سیدہ زینبؑ نے اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ یزید اور اُس کے

---

۱. کشف الغمہ (ابن ابی الفتح اربلی): ج ۲ ص ۳۷۷، دار الاضوا بیروت؛ کنزالعمال (متقی ھندی): ج ۱ ص ۵۱۵، ط ۱۴۰۹ موسسہ الرسالہ بیروت.

پیروکاروں کی حالت عجمی کفار اور عاد و ثمود کے مشرکوں جیسی ہے لہذا یزید کا انجام بھی انہی کے انجام جیسا ہو گا۔

یزید کے پوشیدہ کفر و شرک کی طرف اشارہ

مذکورہ آیت کی تلاوت کے ذریعہ سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کے پوشیدہ کفر و شرک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دربار میں موجود تمام لوگوں پر واضح کیا کہ اس آیت کا ایک مصداق یزید بن معاویہ ہے جو خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے اور انکا مذاق اڑانے والا ہے اور اس کی واضح دلیل یزید کے وہ اشعار تھے جو سیدہ علیہا السلام کے خطبہ دینے سے پہلے وہ بیان کر رہا تھا جس میں اُس نے نبوت و رسالت اور وحی کا انکار کرتے ہوئے اسے بادشاہیت کا ایک کھیل قرار دیا، چونکہ ان اشعار میں نبوت و رسالت اور قرآن مجید کا واضح انکار موجود تھا اسی لیے سیدہ علیہا السلام نے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔[1]

گناہوں پر اصرار کا نتیجہ

سیدہ زینب علیہا السلام نے سورہ روم کی اس آیت کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے خدا کی آیات کے تمسخر پر مشتمل یزید کے اشعار کو اس کے گناہوں کی کثرت کا فطری نتیجہ قرار دیا کیونکہ سیدہ زینب علیہا السلام نے جس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی اس کا ایک پیغام یہ ہے کہ گناہوں کے استمرار اور تسلسل کی بنا پر انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ بد بختی کے ایسے گھڑے میں گر جاتا ہے کہ جس کے بعد آیات الٰہی کا انکار اور آیاتِ خدا سے مسخرہ کرنے لگتا ہے۔

گویا گناہ اور نفس کی نجاست، جذام کی بیماری کی طرح ہے جو روحِ ایمان کے خاتمہ کا سبب ہے یہاں تک کہ انسان خدا کا انکار اور آیاتِ الٰہی کی تکذیب کرنے لگتا ہے اور پھر کفر کی

---

۱. یزید کے ان اشعار کا ذکر بعد والے صفحات میں تفصیل کے ساتھ کیا جائے گا.

سرحدوں کو پار کر جاتا ہے۔ ایسے انسانوں پر کسی طرح کی نصیحت اثر نہیں کرتی اور ان کے لئے خدا کے عذاب کے علاوہ کوئی اور راستہ باقی نہیں رہتا۔

بڑے بڑے گنہگاروں اور احکام خدا کے باغیوں کے صفحاتِ زندگی کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایسے لوگ ابتدا ہی سے سرکش نہیں تھے کیونکہ اللہ تعالی نے فطری طور پر کسی شخص کو ایسا خلق نہیں کیا البتہ گناہوں پر اصرار اور پے در پے گناہوں کا ارتکاب گنہگار کو ایمان اور تقوی سے دور کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ گنہگار انسان کفر کے آخری مرحلے تک پہنچ جاتا ہے مرحلے تک پہنچ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب سیدہ زینب نے یزید کے کفر آمیز اشعار سنے اور اُسے وحی و نبوت کا انکار کرتے ہوئے پایا تو اپنے خطبہ کی ابتداء ہی میں مذکورہ آیت کے ذریعہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یزید کا کفر بکنا اور آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑاتے ہوئے وحی و نبوت کا انکار کرنا اُس کے بُرے اعمال و کردار کا نتیجہ اور ردِّ عمل ہے۔

اس سے اہم ترین درس یہ ملتا ہے کہ اگر کبھی انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو ضروری ہے کہ وہ اپنے گناہ سے توبہ کیلئے جلدی کرے اور نیک اعمال کے ذریعہ اپنے دل کو پاک و پاکیزہ بنائے کیونکہ ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ "یقینا نیکیاں، برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں"۔[1]

انسان کے اعمال کا اُس کی روح پر اثر

سیدہ زینبؑ نے سورہ روم کی جس آیت مبارکہ کو بیان کیا اس کا ایک واضح پیغام یہ بھی ہے کہ انسان کے اچھے یا بُرے اعمال اُس کی روح پر اثر انداز ہوتے ہیں، حتی یہ کہ انسان کے اعمال و کردار کا اُس کے افکار و خیالات اور نظریات و اعتقادات پر بھی گہرا اثر ہوتا ہے۔ اچھے اور نیک کردار کی بنا پر انسان آسمانوں کے ملکوت کا بھی مشاہدہ کر سکتا ہے جبکہ بُرے اعمال و کردار سے

---

[1]. سورہ ھود (۱۱) آیت ۱۱۴.

انسان کا دل سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ کفر کی سرحدوں میں پہنچ جاتا ہے۔

رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا: لَوْ لَا أَنَّ الشَّيَاطِينَ يَحُومُونَ عَلَى قُلُوبِ بَنِي آدَمَ لَنَظَرُوا إِلَى مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ؛ "اگر انسانوں کے دلوں پر شیاطین کا قبضہ نہ ہوتا تو وہ آسمان وزمین کے ملکوت کا مشاہدہ کرتے"۔[1]

لیکن شیطان گناہوں اور فسق وفجور کو انسان کی نظروں میں اچھا بنا کر پیش کرتا اور اُسے گناہوں کی طرف راغب کرتا ہے اور پھر جب انسان مسلسل بُرے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ حق وباطل کے درمیان تمیز کرنے کی قدرت بھی کھو دیتا اور ایسے افراد کا دل اندھا ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ "یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں پائے جاتے ہیں"۔[2]

پس اعضاء و جوارح سے انجام پانے والے گناہوں کا دل پر اثر ہوتا ہے، چنانچہ سورہ مطففین میں اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ "نہیں نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے"۔[3]

گویا گناہ زنگ کی مانند ہے جو دلوں پر لگ جاتا ہے اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں آہستہ آہستہ انسان کی فطرتی پاکیزگی کو ختم کر دیتا ہے یہاں تک کہ انسان وحی کے نور کو درک کرنے سے عاجز آجاتا ہے۔اسی حقیقت کو حضرت امام باقرؑ نے اس طرح بیان فرمایا ہے: مَا مِنْ عَبْدٍ

---

1. بحار الانوار (مجلسی): ج۶۰ ص۳۳۲.
2. سورہ حج (۲۲) آیت ۴۶.
3. سورہ مطففین (۸۳) آیت ۱۴.

إِلَّا وَ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ فَإِذَا أَذْنَبَ ذَنْباً خَرَجَ فِي النُّكْتَةِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَإِنْ تَابَ ذَهَبَ تِلْكَ السَّوَادُ وَ إِنْ تَمَادَى فِي الذُّنُوبِ زَادَ ذَلِكَ السَّوَادُ حَتَّى يُغَطِّيَ الْبَيَاضَ فَإِذَا غَطَّى الْبَيَاضَ لَمْ يَرْجِعْ صَاحِبُهُ إِلَى خَيْرٍ أَبَداً وَ هُوَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ كَلَّا بَلْ رانَ عَلى قُلُوبِهِمْ ما كانُوا يَكْسِبُونَ؛"ہر شخص کے دل میں ایک سفید نکتہ ہے[1]، پس جب وہ شخص گناہ کرے تو اُس سفید نکتہ کی جگہ سیاہ نکتہ ظاہر ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ شخص توبہ کر لے تو وہ سیاہی زائل ہو جاتی ہے اور اگر وہ گناہوں پر اصرار کرے تو وہ سیاہی زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ تمام سفیدی کو چھپا لیتی ہے اور جب وہ سفیدی کو چھپا لے تو ایسا شخص کبھی خیر و سعادت کی طرف نہیں پلٹتا جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿كَلاَّ بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾؛ نہیں نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے"۔[2]

اس بنا پر انسان کے اعمال کا اُس کی روح پر گہرا اثر ہوتا ہے اور کسی بھی عمل کے تکرار کی بنا پر اُس کے نفسیاتی اور روحانی حالات مستقل اور تبدیل نہ ہونے والی صورت اختیار کر لیتے ہیں، انسان کے اعمال کی اچھائی یا برائی اُس کے دل پر غالب آجاتی ہے اور پھر ایسا شخص اچھے اور نیک اعمال کی بنا پر پاکیزہ زندگی گزارتا ہے یا بُرے اعمال کی بنا پر حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔

پس گناہوں پر اصرار کرتے ہوئے پے در پے گناہ کرنا، شہوت کا اسیر بن جانا اور عقل کے الہامات سے منہ پھیرنا سبب بنتا ہے کہ رفتہ رفتہ انسان خدا کا انکار کر دے، انبیاء کا مذاق اڑائے اور دینی احکامات سے بیزاری اختیار کرے، اور چونکہ یزید بھی اپنے مسلسل گناہوں کی بنا پر ایسی ہی

---

[1]. واضح ہے کہ یہاں دل سے مراد، انسان کی روح ہے اور عین ممکن ہے کہ سفید نکتہ سے مراد دل کی نورانیت ہو، یعنی انسان کی پاک و پاکیزہ فطرت جو توحید اور معرفتِ خدا کے راستے میں نیک صفات کے حصول کے لئے آمادہ اور تیار ہو۔

[2]: بحار الانوار (مجلسی): ج ۷۰ ص ۳۳۲.

حالت میں مبتلا ہو چکا تھا اسی لئے سیدہ زینب علیہا السلام نے سورہ روم کی مذکورہ آیت مبارکہ کے ذریعہ یزید کی اندرونی اور نفسیاتی حالت کی طرف اشارہ فرمایا۔

یزید، آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑانے والا

سیدہ زینب علیہا السلام نے اس آیت کے ذریعہ یزید کو مخاطب کرکے اُس کے دربار میں موجود افراد پر یہ نکتہ واضح کیا کہ یزید نے اپنے عمل و کردار سے آیاتِ الٰہی کی تکذیب کی ہے اور پھر اُس کی سرکشی یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ خدا کی آیات کا مذاق اڑانے لگا ہے، اس طرح سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کے آخری مرحلہ کفر کو بیان کیا ہے، وہ مرحلہ جس کے بعد انسان پر کسی وعظ و نصیحت کا اثر نہیں ہوتا بلکہ اس حالت میں اُس کے لیے صرف عذابِ الٰہی کا تازیانہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔

خدا کی آیات کا مذاق اڑانے کی کئی صورتیں ممکن ہیں، کبھی قرآنی الفاظ و مفاہیم کی تضحیک کے ذریعہ اور کبھی قرآنِ ناطق اور ایسے افراد کے استہزا کے ذریعہ جو سراپا قرآن ہوتے ہیں؛ یزید نے مذکورہ دونوں صورتوں کے ذریعہ خدا کی آیات کو جھٹلاتے ہوئے ان کا مذاق اڑایا، منبر پر بیٹھ کر واضح اشعار میں وحی اور نبوت کا انکار کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اہل بیت علیہم السلام کو قتل اور اسیر کرکے اترانے لگا، جو کہ قرآن ناطق تھے۔

أَظَنَنْتَ يَا يَزِيدُ، حِينَ أَخَذْتَ عَلَيْنَا أَقْطَارَ الْأَرْضِ، وَضَيَّقْتَ عَلَيْنَا آفَاقَ السَّمَاءِ، فَأَصْبَحْنَا لَكَ فِي إِسَارِ الذُّلِّ، نُسَاقُ إِلَيْكَ سَوْقاً فِي قِطَارٍ، وَأَنْتَ عَلَيْنَا ذُواقْتِدَارٍ، أَنَّ بِنَا مِنَ اللهِ هَوَاناً، وَعَلَيْكَ مِنْهُ كَرَامَةً وَامْتِنَاناً، وَأَنَّ ذَلِكَ لِعِظَمِ خَطَرِكَ، وَجَلَالَةِ قَدْرِك.

معانی: ''اَقْطَارَ الْاَرْض'' یعنی زمین کے گوشے و کنارے؛ ''ضَيَّق'' یعنی تنگ کر دیا، محدود کر دیا؛ ''نُسَاق'' یعنی ہمیں پیچھے سے ہانکتے (دھدکارتے) ہوئے چلایا گیا؛ ''ہَوَان'' یعنی خواری

ورسوائی؛ ''سَوق'' یعنی جانور کو پیچھے سے ہانکنا؛ ''عِظَمِ خَطَر''یعنی شرافت وعظمت کی بلندی؛ ''جَلَالَةِ قَدْر'' یعنی بڑی شان اور بزرگی والا ہونا۔

ترجمہ: اے یزید: کیا تو یہ سمجھتا ہے چونکہ تم نے ہم پر زمین کے کناروں اور آسمان کی وسعتوں کو تنگ کر دیا ہے لہذا ہم تمہارے اسیر بن گئے ہیں؟!، ہمیں ایک قطار میں ہانکتے ہوئے تمہاری طرف لایا جارہا ہے اور تم ہم پر صاحب اختیار بن گئے ہو؟!، اور (تمہارے خیال میں) اس طرح ہم اللہ کی طرف سے پست اور تم سربلند ہو گئے ہو، اور یہ سب کچھ خدا کی بارگاہ میں تمہاری عظمت اور قدر و منزلت کی بنا پر ہے!

تشریح

یزید کی ناجائز خلافت کی طرف اشارہ

سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کو محترمانہ الفاظ مثلا ''اے خلیفہ'' یا ''اے امیر'' کے ساتھ مخاطب کرنے کی بجائے اُس کے نام کے ساتھ مخاطب کیا جو کہ خلیفہ کی توہین شمار کیا جاتا تھا، گویا سیدہ علیہا السلام یہ بتانا چاہتی تھیں کہ وہ یزید کی خلافت پر ذرہ برابر عقیدہ نہیں رکھتیں، نہ اُسے امیر مانتی ہیں اور نہ ہی خلیفہ۔

یزید کے مظالم کی تشہیر

سیدہ زینب علیہا السلام نے ان جملات کے ذریعہ گویا یزید کے مظالم کی تشہیر بھی کی اور دربار میں موجود تمام افراد پر یہ بھی واضح فرمایا کہ یزید نے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ پر کیا کیا ظلم روا رکھے ہیں، اور یزید کی طرف سے ہونے والے ظلم وستم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم پر زمین وآسمان کو تنگ کر دیا گیا یعنی ہمیں اتنی تکلیفیں دی گئیں اور ہم پر اتنی مصیبتیں ڈھائی گئیں کہ ہمارے لئے زندہ رہنا بھی مشکل تھا، اور چونکہ مقاتل کی کتب کے مطابق سید سجاد علیہ السلام اور سیدہ

زینبؑ سمیت تمام اسیروں کو ایک ہی رسی کے ساتھ باندھا گیا تھا لہٰذا سیدہ زینبؑ نے اپنی اسی مصیبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: نُسَاقُ إِلَيْكَ سَوْقاً فِي قِطَارٍ ''ہمیں ایک قطار میں تمہاری جانب اس طرح دھدکارتے ہوئے لایا گیا جیسے جانوروں کو ہانکتے ہوئے چلایا جاتا ہے''۔

دنیاوی امور میں ظاہری کامیابی اللہ تعالی کی رضایت کی دلیل نہیں

آج کے مسلمان معاشرے میں رہنے والے بہت سے افراد اپنی محدود فکر کی بناپر دنیاوی مال ودولت اور ظاہری قدرت وطاقت کو خدا کی رضایت کی دلیل سمجھتے ہیں، جیسا کہ یزید اور اس کے ہم خیال افراد یہ سمجھتے تھے کہ کسی بھی جنگ میں کامیابی، ظاہری طور پر کامیاب ہونے والے گروہ کی حقانیت اور ناکام و مغلوب ہونے والے گروہ کے غلط ہونے کی دلیل ہے، اس بناپر اُن کا خیال تھا کہ ظاہری کامیابی اللہ تعالی کی بارگاہ میں قربت اور اس کی رضایت کی دلیل ہے لہٰذا یزید اور اس کے ساتھی اسی خیام خیالی کی بناپر غرور و تکبر کر رہے تھے۔

لیکن سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس حصے میں یزید اور اس کے رفقاء کے اسی باطل خیال اور غلط پندار کے بطلان کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: تم سمجھتے ہے کہ مادی اسباب پر تسلط ہی کامیابی ہے، اور ایسا فاتح ہی خدا کے نزدیک مکرم و محترم اور اس کا محبوب ہے؟! اور جو اپنے ارد گرد کے مادی حالات واسباب کی بناپر ظاہری کامیابی کے حصول سے عاجز رہا وہ خدا کے نزدیک حقیر اور بے توقیر ہے؟! لہٰذا اب جبکہ تم خود کو کامیاب اور ہمیں مغلوب سمجھتے ہو تو کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ خدا کے نزدیک ہمارا کوئی مقام و منزلت نہیں ہے اور تم ہی اللہ کے نزدیک صاحبِ کرامت ہو؟!

چونکہ تم نے ظاہری طور پر ہمیں شکست دے دی ہے، ہمارے مردوں کو قتل کر دیا اور ہمیں اسیر بنالیا ہے تو کیا تمہارے خیال میں یہ سب کچھ اس بات کی دلیل ہے کہ تم اللہ کے نزدیک محترم اور صاحبِ عزت ہو؟! اور کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ '' وَأَنَّ ذَلِكَ لِعِظَمِ خَطَرِكَ ''

اس طرح تجھے خدا کی بارگاہ میں مقام و مرتبہ حاصل ہو گیا ہے؟!

نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ تمہارا یہ خیال غلط ہے کیونکہ دنیاوی کاموں میں ظاہری کامیابی اللہ تعالی کی قربت کی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ سب اللہ تعالی کی طرف سے تمہیں مہلت دی گئی ہے تاکہ تم اپنے گناہوں کے بوجھ کو اور زیادہ کر سکو، اس طرح کی ظاہری کامیابی کے ذریعہ اللہ تعالی بعض افراد پر اپنی حجت تمام کرتا ہے تاکہ انہیں جتادے کہ اُس نے انہیں راہ راست پر آنے کیلئے تمام امکانات فراہم کیے، انہیں بہت سے مواقع دیئے لیکن انہوں نے اللہ تعالی کی دی ہوئی مہلت کو گمراہی اور فساد کے راستہ میں استعمال کیا، جس کے نتیجہ میں ان کے اپنے گناہوں کا بوجھ بڑھتا چلا گیا۔

فَشَمَخْتَ بِأَنْفِكَ، وَ نَظَرْتَ فِي عِطْفِك، تَضْرِبُ أَصْدَرَيْكَ فَرِحاً وَتَنْفُضُ مِذْرَوَيكَ [مِذْرَوَيكَ] مَرِحاً، حِينَ رَأَيْتَ الدُّنْيَا لَكَ مُسْتَوْسِقَةً، وَالْأُمُورَ لَدَيْكَ مُتَّسِقَةً، وَ حِينَ صَفَا [صَفِيَ] لَكَ مُلْكُنَا، وَ خَلَصَ لَكَ سُلْطَانُنَا.

معانی: شَمَخَ بِأَنْفِهِ یعنی غرور و تکبر اور خود پسندی کی بنا پر اپنی ناک چڑھالی؛ ''نَظَرَ فِي عِطْفه'' یعنی وہ خود پسند اور متکبر بن گیا؛ ''عِطْف'': انسان کا پہلو، لیکن ایسے انسان کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جو خود پسندی کی بنا پر غرور و تکبر سے اپنے جسم اور لباس کے اطراف کو دیکھے؛ ''أَصْدَرَان'' یعنی کنپٹیوں کی دو رگیں؛ ''ضَرَبَ أَصْدَرَيْه'' یعنی اُس نے اپنی موھوم (خیالی) کامیابی کی بنا پر اپنے سر کو ایک خاص انداز میں حرکت دی جو خوشی کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے؛ ''مِذْرَوان'' یعنی سر کے دونوں پہلو؛ ''تَنْفُضُ مِذْرَوَيْك'' ایسے شخص کیلئے استعمال ہوتا ہے جو غرور و تکبر سے اپنے چاروں طرف دیکھ رہا ہو؛ ''مَرِحاً'' یعنی خوشی سے مغرور ہو جانا، تکبر کرنا؛ ''مُسْتَوْسِقَة'' یعنی کسی چیز کی ایسی حالت کہ اُسے آسانی کے ساتھ منہ میں رکھا جاسکے، یہ

لفظ کنایہ کے طور پر کامل اختیار کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے؛ ''مُتَّسِقَة'' یعنی منظّم اور مرتب۔

ترجمہ: اب تم نے (اپنی ظاہری فتح کی خوشی میں) غرور و تکبر سے اپنی ناک چڑھا لی اور اپنے ارد گرد نظریں دوڑائیں، تم مسرت و شادمانی سے سرشار (اپنے غالب ہونے پر) اترا رہے ہو اور غرور و تکبر سے اپنے چاروں طرف دیکھ رہے ہو، جب تم نے دیکھ لیا کہ دنیا تمہارے اختیار میں آچکی ہے اور سب معاملات تمہارے حسبِ مراد ہیں اور جب ہماری حکومت تمہارے اختیار میں آگئی اور ہمارا حقِ سلطنت تمہارے لئے خاص ہو گیا۔

تشریح

امام حسینؑ کی شہادت پر یزید کی خوشی

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس حصہ میں واقعہ کربلا اور امام حسینؑ کی شہادت پر یزید کے غرور و تکبر اور اُس کی خوشی کی کیفیت کو بیان کیا ہے کہ وہ تخت پر بیٹھے ہوئے خوشی اور مستی میں اپنے سر کو ایک خاص انداز میں ہلاتا اور نہایت متکبرانہ انداز میں کبھی دائیں طرف دیکھتا اور کبھی بائیں طرف، اور نہایت غرور و تکبر کے ساتھ اپنی کنپٹیوں کو مسلتا تھا۔

یزید کی خوشی کے دو اہم سبب

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس حصہ میں واضح کیا کہ یزید کی خوشی کے دو اسباب ہیں: اول یہ کہ یزید محسوس کر رہا تھا کہ دنیا اُس کے اختیار میں آچکی ہے اور وہ اپنے دور کا مطلق العنان بادشاہ بن چکا ہے، دوم یہ کہ وہ اپنے آپ کو ایک ایسا حکمران اور بادشاہ سمجھ رہا تھا جو اپنی منظّم سیاست کی بنا پر اپنے دشمن پر غالب آ گیا، کیونکہ یزید کی فوج اور اس کے کارندے آنکھیں بند کیے ہوئے اپنے حاکم کے ہر فرمان کو بجا لانے کیلئے تیار تھے، اور انہیں یزید کے کسی بھی حکم کی

اطاعت پر کوئی ڈر اور خوف نہیں تھا چاہے اس کی اطاعت میں خدا کی نافرمانی ہی کیوں نہ ہو، اور یزید بھی اپنی ایسی مطیع فوج پر پھولا نہیں سماتا تھا اسی چیز کو سیدہ زینبؑ نے یزید کی خوشی کا ایک اہم سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: حِينَ رَأَيْتَ الدُّنْيَا لَكَ مُسْتَوْسِقَةً وَالْأُمُورَ لَدَيْكَ مُتَّسِقَةً ؛ جب تم نے دیکھا کہ دنیا تمہارے اختیار میں آ چکی ہے اور سب معاملات تمہارے حسبِ مراد ہیں۔

خلافت وحکومت آل محمدؑ کا مسلمہ حق

سیدہ زینبؑ نے حین صفا لك مُلْكُنَا وَسُلْطَانُنَا کے جملہ کے ذریعہ یہ نکتہ واضح کیا کہ جس تخت خلافت پر یزید بیٹھا ہوا ہے اور جو حکومت اُس کے اختیار میں ہے وہ حقیقت میں ہمارا (یعنی اہل بیتؑ کا) حق ہے جسے ناجائز طور پر غصب کر لیا گیا۔ اس طرح سیدہ زینبؑ نے رسول خداؐ کی رحلت کے فوراً بعد اہل بیتؑ سے خلافت کے غصب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ یزید کی خلافت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی جو سقیفہ سے شروع ہوا، اسی لئے یزید خلیفہ رسولؐ کے عنوان سے مسندِ خلافت پر بیٹھا تھا اور اپنے آپ کو امیر المومنین کہلواتا تھا۔

جیسا کہ امام حسینؑ نے بھی اپنے قیام کے آغاز میں خلافت کو اپنے مسلمہ حق کے عنوان سے بیان کرتے ہوئے فرمایا: "اے لوگو! بیشک رسول خدا کا فرمان ہے: کہ جو کسی ظالم حکمران کو گناہ اور طغیان کی وجہ سے خدا کی حلال شدہ چیزوں کو حرام کرتے ہوئے دیکھے اور اپنے فعل اور عمل سے اس کے خلاف اپنے موقف میں تبدیلی نہ لائے تو خدا کو یہ حق بنتا ہے کہ وہ اسے اسی ظالم کے ٹھکانے میں دھکیل دے۔ خبر دار اس قوم (بنی امیہ) نے شیطان کی اطاعت اپنے لئے فرض کر لی ہے اور خدائے رحمٰن کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے، فحشا کی تشہیر کی ہے اور حدود الٰہی کو معطل کر دیا، خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا؛ میں دوسروں کی نسبت

حکومت اور خلافت کے لئے زیادہ سزاوار ہوں"۔[1]

اسی طرح مولائے کائنات کی شیر دل بیٹی نے بھی دربارِ یزید میں بیٹھے ہوئے افراد کو یہ نکتہ سمجھانے کی کوشش کی کہ رسول خداصلى الله عليه وآله کے بعد خلافت، آپ صلى الله عليه وآله کے اہل بیت علیہم السلام کا حق تھا جسے غصب کر لیا گیا، اے کاش یہ حق غصب نہ ہوتا تو شاید کربلا جیسا دلخراش واقعہ بھی پیش نہ آتا، گویا سقیفہ میں حضرت علی علیہ السلام کے حقِ خلافت کو غصب کرنے والوں نے ہی واقعہ کربلا کی داغ بیل ڈالی تھی۔ چونکہ خلافت رسول خداصلى الله عليه وآله کے بعد آپ صلى الله عليه وآله کے اہل بیت علیہم السلام کا مسلمہ حق تھا اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے بھی کئی مرتبہ مختلف مقامات پر اپنے حقِ خلافت پر تاکید کرتے ہوئے احتجاج کیا، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے بھی خلیفہ اول کے بھرے دربار میں اپنے اسی مسلّمہ حق کو جتلایا، اور پھر سیدہ زینب علیہا السلام نے بھی دربار یزید میں خطبہ دیتے ہوئے "مُلْکُنَا وَسُلْطَانُنَا" کے الفاظ کے ذریعہ اسی عقیدہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ تخت خلافت ہمارا حق ہے جسے ہم سے چھین کر تمہارے اختیار میں دیا گیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیدہ زینب علیہا السلام کی نظر میں «امامت» صرف دینی امور میں سرپرستی ورہبری تک محدود نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے سیاسی، اجتماعی اور معاشرتی مسائل میں سرپرستی ورہبری بھی امام ہی کا حق ہے،

---

[1]. إنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله قَدْ قَالَ: مَنْ رَأى سُلْطَاناً جَائِراً مُسْتَحِلًّا لِمَحارِمِ اللَّهِ بِالْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ عَلَيه بِفِعْلٍ وَ لَا قَوْلٍ كَانَ حَقاً عَلَى اللَّهِ أنْ يُدْخِلَهُ مَدْخَلَهُ ألا وَأنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ لَزِمُوا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَ تَرَكُوا طَاعَةِ الرَّحْمَنِ وَ أظْهَرُوا الْفَسَادَ وَ عَطَّلُوا الْحُدُودَ وَ اسْتَأْثَرُوا بِالْفَيْءِ وَ أحَلُّوا حَرَامَ اللَّهِ وَ حَرَّمُوا حَلَالَهُ وَ أنَا أحَقُّ (بِهَذَا الْأمْر) مِن غَيرِهِ (تاریخ الامم والملوک (ابن جریر طبری): ج۵ ص۴۰۳، تحقیق ابوالفضل ابراہیم، ط دوم ۱۳۸۷ھ، دار التراث بیروت؛ بحار الانوار (مجلسی): ج۴۴ ص۳۸۲).

لہٰذا اگر یزید جیسا شخص خلیفۃ المسلمین کے عنوان سے تخت خلافت پر براجمان تھا تو اس کا اصل سبب یہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد کچھ ایسے افراد نے تخت خلافت سنبھال لیا کہ جو حقیقت میں خلافت ورہبری کی صلاحیت ہی نہ رکھتے تھے، اور امامِ برحق کو حکومت وخلافت کے مسلمہ حق سے محروم کر دیا گیا۔

البتہ اس اہم نکتہ کی طرف توجہ بھی ضروری ہے کہ اہل بیت علیہم السلام سے خلافت چھن جانے کے باوجود اُن کا اپنے اس حق پر بار بار تاکید کرنے کا اہم ترین سبب یہ ہے کہ خلافت وامامت انسانی معاشرے کی سیاسی، اجتماعی اور ثقافتی زندگی کی اساس اور بنیاد ہے لہٰذا یہ عہدہ اگر اصل حقداروں کے پاس نہ ہو تو اسلامی معاشرہ ناقابل حل مشکلات کا شکار ہو جائے گا۔

اگرچہ امامت کے بارے میں اسلامی مذاہب کے درمیان اختلاف نظر پایا جاتا ہے لیکن اہل تشیع کے عقیدہ کے مطابق قرآنی آیات کے پیش نظر خلافت وامامت ایک الٰہی عہدہ ہے لہٰذا ہر کس وناکس امام وخلیفہ نہیں بن سکتا بلکہ صرف وہی شخص امت کا امام بن سکتا ہے جسے اللہ تعالی اپنے رسول کے جانشین کے عنوان سے متعارف کروائے، نیز یہ کہ امام میں کچھ مخصوص شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اور اہل تشیع کے نزدیک سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ جسے اللہ لوگوں کا امام اور خلیفہ بنائے وہ معصوم اور علم ودانش سے سرشار ہونا چاہیے تاکہ وہ لوگوں کی رہبری وراہنمائی میں کسی طرح کی غلطی کا مرتکب نہ ہو بلکہ انہیں صراط مستقیم کی طرف گامزن کرے۔

فَمَهْلًا مَهْلًا، لَا تَطِشْ جَهْلًا، أَنَسِيتَ قَوْلَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾

معانی: ''مَهْلاً مَهْلاً'' یہ لفظ ایسے شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو کسی بھی کام میں جلدی اور جوش وخروش دکھا رہا ہو یا ظلم وستم کا راستہ اپنائے ہوئے ہو؛ ''طَاشَ فُلاَنٌ'' یعنی وہ

غرور و تکبر سے دچار ہوا اور اپنا توازن کھو بیٹھا۔

ترجمہ: ذرا ٹھہرو، تحمل کرو اور جہالت و نادانی میں طیش نہ کھاؤ (یعنی غرور و تکبر سے اپنا توازن نہ کھودو)، کیا تم اللہ تعالی کے اس فرمان کو بھول گئے ہو: "اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم انہیں جو ڈھیل دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے، ہم تو انہیں صرف اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ یہ لوگ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کر لیں اور آخرکار اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا"۔[۱]

تشریح

سرکشی اور ظلم و ستم کا نتیجہ

سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کو اُس کی سرکشی اور ظلم و ستم کے نتیجہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ''مَهْلًا مَهْلًا '' اور ان الفاظ سے یزید کو یہ سمجھانا مقصود تھا کہ اے یزید صبر اور حوصلہ سے کام لو کیونکہ حقیقت ویسے نہیں جیسے تو سمجھ رہا ہے، اور تمہاری یہ عارضی اور ظاہری کامیابی تمہارے ساتھ اللہ تعالی کی رضایت کی دلیل نہیں بلکہ یہ خدا کی طرف سے تمہیں مہلت دی گئی ہے کہ اپنے نامہ اعمال کی سیاہ کاریوں میں جتنا اضافہ کر سکتے ہو کر لو، لہٰذا تمہاری جلد بازی کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اگر ذرا تحمل سے کام لو تو عنقریب حقیقت حال تمہارے سامنے واضح ہو جائے گی اور تو دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

پھر سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے اس دعوی کی دلیل کے طور پر قرآن مجید کی آیت مبارکہ تلاوت کی جس میں سرکشی کرنے والوں کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور یزید کو اس آیت کا ایک واضح مصداق قرار دیا۔

---

۱. سورہ آل عمران (۳) ۱۷۸.

ظالموں کی کامیابی کا عارضی ہونا

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ستمگروں اور ظالموں کی ہر کامیابی ہمیشہ عارضی ہوتی ہے لیکن ہر فاسق و فاجر اور ظالم انسان اس حقیقت کو فراموش کئے ہوئے فسق وفجور اور ظلم و ستم کے راستہ پر بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔یزید بھی اپنے نشہ اقتدار اور ھوا وھوس میں گم ہو کر یہ حقیقت بھول چکا تھا؛ لیکن سیدہ زینب علیہا السلام نے قرآن کی آیت کے ذریعہ یزید اور اُس جیسے قیامت تک آنے والے ظالموں اور جابروں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ ظلم و ستم کے ذریعہ عارضی طور پر ظاہری کامیابی ضرور مل سکتی ہے لیکن اس ظاہری کامیابی کو کبھی دوام نہیں مل سکتا بلکہ سنتِ الٰہی یہ ہے کہ ظالموں کا تختہ بہت جلد الٹ دیا جاتا ہے اور انکی ظاہری کامیابی بھی ناکامی کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور پھر آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا ہی میں ذلت ورسوائی اُن کا مقدر بن جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ظالموں کی ظاہری کامیابی کو پانی کی جھاگ اور حق والوں کو بہتے ہوئے صاف وشفاف پانی سے تشبیہ دی ہے،[1] اور اس جالب و پر معنی مثال میں قیامت تک کیلئے حق و باطل کی حقیقتوں کو آشکار کر دیا ہے، کیونکہ اس خوبصوت مثال سے واضح طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ باطل ہمیشہ متکبر اور ظاہری طور سے حق پر غالب دکھائی دیتا ہے لیکن اُسے دوام اور بقا حاصل نہیں ہوتی بلکہ بہت جلد مٹ جاتا ہے۔

---

۱. ﴿أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللهُ الْأَمْثَالَ﴾ ''اس نے آسمان سے پانی برسایا تو وادیوں میں بقدر ظرف بہنے لگا اور سیلاب میں جوش کھا کر جھاگ آگیا اور اس دھات سے بھی جھاگ پیدا ہوگیا جسے آگ پر زیور یا کوئی دوسرا سامان بنانے کے لئے پگھلاتے ہیں. اسی طرح پروردگار حق و باطل کی مثال بیان کرتا ہے کہ جھاگ خشک ہو کر فنا ہو جاتا ہے اور جو لوگوں کو فائدہ پہنچانے والا ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتا ہے اور خدا اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے ''(سورہ رعد (۱۳) آیت ۱۷).

حق و باطل کے اس واضح فرق کو مد نظر رکھتے ہوئے سیدہ زینبؑ کے مذکورہ الفاظ کی گہرائی کو بھی اچھی طرح محسوس کیا جاسکتا ہے کہ آپؑ کی نظر میں یزید کی کامیابی صرف پانی کی جھاگ کی مانند تھی جسے بقااور دوام نہیں تھا، اور جو بہت جلد اُسی کی رسوائی اور تباہی وبربادی کا ذریعہ بننے والی تھی۔

ظالموں کیلئے اللہ تعالی کی مہلت

اللہ تعالی کی کبھی تبدیل نہ ہونے والی ایک سنت یہ ہے کہ وہ گناہ کرنے والوں کو انکے بد اعمال کی فوراسزا نہیں دیتا بلکہ آخری لمحوں تک گنہگاروں کو واپس پلٹنے کی فرصت فراہم کرتا ہے تا کہ انسان پر حجت تمام ہو جائے۔

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس حصہ میں جس آیت مبارکہ کی تلاوت کی اس میں بھی گنہگاروں کو تنبیہ کر کرتے ہوئے انہیں ڈرایا گیا ہے کہ وہ خدا کے عطا کردہ وسائل، کبھی کبھار مل جانے والی ظاہری کامیابیوں اور عمل کی آزادی اور چھوٹ کو اس بات کی دلیل قرار نہ دیں کہ وہ نیک و صالح لوگ ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں سب صحیح ہے یا یہ سب اُن کے لیے اللہ تعالی کی خوشنودی کی نشانی ہے۔

قرآن مجید کی کئی آیات سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالی کم آلودہ گنہگاروں کو مختلف طریقوں سے راہِ حق کی طرف پلٹنے کی راہ فراہم کرتا ہے لہٰذا کبھی اُن کے اعمال کا عکس العمل اُن کے سامنے آتا ہے اور کبھی وہ ہلکی پھلکی سزا یا مشکل میں گرفتار ہو جاتے ہیں تا کہ وہ راہِ راست پر پلٹ آئیں کیونکہ ایسے لوگ ابھی ہدایت کی اہلیت رکھتے ہیں۔

لیکن وہ لوگ جو گناہ و عصیان میں غرق ہوتے چلے جائیں، اور طغیان و سرکشی کی آخری حد تک پہنچ جائیں تو اللہ تعالی انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیتا ہے یا دوسرے لفظوں میں انہیں موقع دیتا ہے کہ اُن کی کمر بارِ گناہ سے بوجھل ہو جائے اور وہ اپنے گناہوں کی بنا پر اپنی ہی تباہی میں غرق ہو جائیں، کیونکہ ایسے لوگ ہدایت کی اہلیت کھو چکے ہوتے ہیں لہٰذا اُن کے لیے واپسی کا

کوئی راستہ نہیں رہتا۔

حضرت زینب علیہا السلام نے اس آیت کے ذریعہ اس مفہوم پر تاکید کی کہ اے یزید تم یہ گمان نہ کرو کہ اللہ نے تمہاری لیاقت واہلیت کی بنا پر تمہیں یہ مہلت دی ہے اور یہ مت سمجھو کہ یہ مہلت تمہارے فائدے میں ہے بلکہ تجھے یہ مہلت اس لیے دی گئی ہے کہ تم اپنے گناہ وسرکشی میں مزید اضافہ کرلو، کیونکہ تمہارے لیے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

اللہ تعالی نے گنہگاروں کیلئے اسی مہلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ * وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہم انہیں عنقریب اس طرح لپیٹ لیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہوگا، اور ہم توانہیں ڈھیل دے رہے ہیں کہ ہماری تدبیر بہت مستحکم ہوتی ہے۔[1]

نیز فرمایا: ﴿لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا﴾ اگر خداوند اُن کے کرتوتوں کا مواخذہ کرتا تو فوراً ہی عذاب نازل کردیتا لیکن اللہ نے ان کے لئے ایک وقت مقرر کردیا ہے جس وقت یہ لوگ اللہ کے علاوہ کوئی پناہ نہ پائیں گے۔[2]

اسی طرح اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو بھی یہی حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾ اے رسول تم کافروں کو تھوڑی سی مہلت دو۔[3]

اللہ تعالی کی طرف سے گنہگاروں کو یہ مہلت ایک طرف بعض گنہگاروں کی توبہ کی فرصت فراہم کرتی ہے اور دوسری طرف بعض گنہگاروں کے گناہوں میں اضافہ اور ان کے عذاب میں زیادتی کا سبب بنتی ہے، کیونکہ گنہگاروں میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو سرکشی اور نافرمانی

---

۱. سورہ اعراف (۷) آیات ۱۸۲، ۱۸۳.
۲. سورہ کہف (۱۸) آیت ۵۸.
۳. سورہ طارق (۸۶) آیت ۱۷.

میں حد سے بڑھ جاتے اور گناہوں سے اسقدر آلودہ ہو جاتے ہیں کہ اُن سے توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں انہیں دی جانے والی زندگی اور مہلت صرف اُن کے گناہوں میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔

یزید بھی ایسے ہی افراد میں سے تھا کہ جس سے توبہ کی توفیق سلب ہو چکی تھی لہٰذا سیدہ علیہا السلام نے یزید کو متوجہ کیا کہ اس ظاہری کامیابی سے خوش نہ ہو بلکہ یہ تو خدا کی طرف سے تمہارے لئے مہلت ہے جو تمہارے گناہوں میں اضافہ اور عذاب میں زیادتی کا سبب ہے، اور پھر سورہ آل عمران کی آیت ۱۷۸ کی تلاوت کی اور یزید کو خبردار کیا کہ تم اس آیت کے مصداق ہو اور خدا کا عذاب بہت جلد تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور پھر دائمی ذلت ورسوائی تمہارا مقدر بن جائے گی۔

ہر دور کے ظالم کیلئے سیدہ زینب علیہا السلام کا پیغام

خطبہ زینبیہ علیہا السلام کے اس حصہ کا پیغام صرف یزید ہی کیلئے نہیں ہے بلکہ گویا آپ علیہا السلام نے طول تاریخ میں آنے والے ہر ظالم وجابر انسان کو یہ پیغام دیا ہے کہ کبھی ظاہری کامیابی سے مغرور ہو کر ظلم وستم کے راستہ پر گم نہ ہو جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہر ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کے راستہ پر پلٹ آئے اور یا پھر اپنے نامہ اعمال کو اور زیادہ سیاہ کرلے تا کہ وہ قیامت میں اور زیادہ سخت عذاب کا حقدار بن جائے، لہٰذا دنیا میں ہر ظالم و جابر، فاسق و فاجر اور اپنے ظلم وستم اور گناہوں سے خوش ہونے والوں کو جان لینا چاہیے کہ اُن کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو ظلم وتشدد کے درخت پر چڑھنا شروع کر دے، وہ جتنا اُوپر چڑھتا جائے اتنا ہی زیادہ خوش ہو، یہاں تک کہ درخت کی چوٹی پر جا پہنچے اور پھر اچانک سخت آندھی آئے جو اُسے اوپر سے نیچے گرادے جس سے اُس کی ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ جائیں، پس ہر ظالم وجابر کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔

أَمِنَ الْعَدْلِ يَا ابْنَ الطُّلَقَاءِ...؟!

معانی: ''الطُّلَقَاء'' طلیق کی جمع ہے یعنی آزاد شدہ لوگ۔

ترجمہ: اے آزاد شدہ اسیروں کی اولاد: کیا یہ عدل ہے...؟!

تشریح

یزید کے خاندان کی پستی و حقارت

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس جملہ میں یزید کو اس کے پست و حقیر حسب و نسب کی طرف متوجہ کیا اور اُسے آزاد شدہ اسیروں کی اولاد کہتے ہوئے اُس کے خاندان کی اُس ذلت و رسوائی کا ذکر کیا جو انہیں رسول اللہﷺ کے سامنے اٹھانا پڑی تھی۔

سیدہ زینبؑ کا یہ جملہ فتح مکہ کے ایام کی طرف اشارہ ہے کہ جب فتح مکہ کے بعد مکہ کے مشرکین کو گرفتار کر کے رسول خداﷺ کے سامنے لایا گیا تو آپﷺ نے اُن سے پوچھا: يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ، مَا تَرَوْنَ أَنِّيْ فَاعِلٌ بِكُمْ؟ ''اے گروہ قریش تمہارے خیال کے مطابق میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟'' سب نے کہا: ہمارا خیال اچھا ہے کیونکہ تم ہمارے بھائی ہو اور تمہارا باپ بھی ہمارا بھائی تھا، آپﷺ نے فرمایا: اِذْهَبُوْا أَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ... ''چلے جاؤ، تم سب آزاد ہو''۔[1]

انہی آزاد ہونے والے افراد میں یزید کا باپ معاویہ اور اس کا دادا ابوسفیان بھی شامل تھے۔ اگر پیغمبر اکرمﷺ چاہتے تو یزید کے باپ معاویہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے اور اس

---

۱. تاریخ الامم و الملوک (ابن جریر طبری): ج۳ص۶۱؛ مروج الذہب (مسعودی): ج۲ص۲۹۰؛ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر): ج۴ ص۳۰۱، ط ۱۴۰۷ھ، دارالفکر بیروت؛ الکامل (ابن اثیر): ج۲ ص۲۵۲، ۲۵۳، ط۱۳۸۵، دار صادر بیروت؛ السیرۃ النبویہ (ابن ہشام): ج۴ ص۴۱، ط۱۹۷۵ء لبنان.

کے دادا ابو سفیان اور مکہ کے باقی سب مشرکین کو ان کے فتنوں کی بنا پر آسانی سے قتل بھی کر سکتے تھے لیکن ہر طرح کا اختیار رکھنے کے باوجود آپ ﷺ نے اُن سب کے ساتھ عفو و بخشش سے کام لیتے ہوئے انہیں آزاد کر دیا۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ عمل قرآن مجید کی اُس آیت مبارکہ کے عین مطابق تھا جس میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ''پس جب کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب زخموں سے چور ہو جائیں تو ان کی مشکیں باندھ لو پھر اس کے بعد چاہے احسان کرکے چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لے لیا جائے یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دےعلیہ السلام یہ یاد رکھنا اور اگر خدا چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن وہ ایک کو دوسرے کے ذریعہ آزمانا چاہتا ہے اور جو لوگ اس کی راہ میں قتل ہوئے وہ ان کے اعمال کو ضائع نہیں کر سکتا ہے''[1]۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ کو اختیار تھا کہ وہ اسیروں سے فدیہ لیں یا عفو و بخشش کرتے ہوئے انہیں آزاد کر دیں، چنانچہ آپ ﷺ نے عفو و بخشش کو فدیہ لینے پر ترجیح دی اور یزید کے باپ معاویہ اور اُس کے دادا ابو سفیان سمیت فتح مکہ کے تمام اسیروں کو بخش دیا۔

سیدہ زینب علیہا السلام کی طرف سے یزید کو دیا جانے والا یہ لقب (ابن الطلقاء) نہایت ظریف اور پُر معنی ہے، یہ لقب یزید کی تحقیر کے علاوہ اس کے اسلاف کے سابقہ کفر اور اسلام دشمنی کی طرف بھی اشارہ ہے، گویا سیدہ زینب علیہا السلام نے اس لقب کے ذریعہ یزید کے دربار میں موجود لوگوں کو یزید کے اسلاف کی اسلام دشمنی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ان کی عقلوں اور ضمیروں کو جھنجھوڑا کہ یزید ایسے افراد کی اولاد ہے جنہیں رسول خدا ﷺ اور اسلام و مسلمین کے ساتھ دشمنی کے جرم میں گرفتار کیا گیا، اس طرح سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کے بھرے دربار میں

---

١. ﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ فَلَنْ يضِلَّ أَعْمَالَهُمْ﴾ (سورہ محمد (٤٧) آیت ٤).

اس کے حسب و نسب کی پستی کو سب کے سامنے عیاں کیا تاکہ سب لوگ یزید کے پست حسب و نسب اور اُس کے اسلاف کی اسلام دشمنی کو ذہنوں میں رکھتے ہوئے یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ ایسے افراد کا بیٹا اسلام کا حقیقی حامی و ناصر کیسے ہو سکتا ہے؟!۔

یقینا سیدہ زینبؑ کے یہ جملات اُسوقت کے سب سے بلند مرتبہ سیاسی ومذہبی منصب سنبھالے ہوئے اور اپنے آپ کو خلیفۃالمسلمین تصور کرنے والے یزید بن معاویہ کیلئے کسی تیز دھار تلوار کے وار سے کم نہیں تھے، کیونکہ جس شخص نے کبھی تملّق اور چاپلوسی کے علاوہ کوئی اور بات ہی نہ سنی تھی وہ سیدہ زینبؑ کے ان جملات سے اپنے ہی ساتھیوں کے سامنے ذلیل و رسوا ہو گیا تھا۔

یزید کی خاندانی خلافت کے ناجائز ہونے کی طرف اشارہ

سیدہ زینبؑ نے یزید کو (ابن الطُلَقَاء) کے ذریعہ خطاب کر کے اُس کی خاندانی خلافت و حکومت کے ناجائز ہونے کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کیونکہ پیغمبر اکرمﷺ نے اسلام و مسلمین کے ساتھ جنگ کے دوران گرفتار ہونے اور پھر مسلمانوں کے رحم و کرم کی بنا پر آزادی پانے والے افراد (یعنی طُلَقَاء) کی خلافت و حکمرانی کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لَا یَلِیَنَّ مُفَاءٌ عَلَی مُفِيء؛ "غنیمت میں حاصل کیا جانے والا شخص، غنیمت حاصل کرنے والے پر حکمرانی نہیں کر سکتا"۔[1]

اس حدیث میں مُفَاء سے مراد ایسا شخص ہے جسے احسان کرتے ہوئے یا فدیہ لے کر آزاد کیا گیا ہو، اور چونکہ مسلمانوں کو اُس کی جان پر اختیار تھا اور وہ اُسے قتل کرنے کا حق بھی رکھتے

---

[1]. بحار الانوار (محمد باقر مجلسی): ج۴۴ ص۳؛ علماء نے اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا ہے: یَعْنِیْ لَا یَکُوْنُ الطَّلِیْقُ اَمِیْرًا عَلَیْ الْمُسْلِمِیْنَ اَبَدًا؛ "یعنی طلیق (آزاد شدہ) کبھی بھی مسلمانوں کا امیر نہیں بن سکتا۔

تھے اور غلام بھی بنا سکتے تھے لیکن اگر وہ اُسے نہ ہی قتل کریں اور نہ ہی اپنا غلام بنائیں بلکہ احسان یا اپنے کرم کا اظہار کرتے ہوئے اُسے چھوڑ دیں تو ولاء عتق کے مسئلہ کی طرح ایسے شخص پر مسلمانوں کی ولایت ثابت ہے لہٰذا اُس کے لئے مسلمانوں پر ولایت و حکمرانی جائز نہیں ہو گی، اور اس کا سبب بھی واضح ہے کہ ایسے شخص کی زندگی مسلمانوں کے مرہونِ منت ہوتی ہے لہٰذا اگر ایسا شخص مسلمانوں کا حاکم اور خلیفہ بن جائے تو گویا غلام اپنے آقا کا حاکم بن جائے گا، اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ایسے افراد کی حکرانی و خلافت کی نفی فرمائی ہے؛ چنانچہ سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کو (ابن الطُلَقَاء) کا لقب دیتے ہوئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی حدیث کی بنا پر یزید کی خاندانی خلافت و حکومت کے ناجائز ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

یزید اور تمام انسانی واخلاقی اقدار کی پامالی

سیدہ زینب علیہا السلام نے اس مختصر جملہ میں یزید کے کردار کو بھی دوسرے لوگوں کے سامنے واضح کیا کہ وہ تمام انسانی واخلاقی اقدار کو پامال کر چکا ہے اور اُسے یہ بھی احساس نہیں ہے کہ نیکی اور اچھائی کا بدلہ نیکی اور اچھائی ہی سے دیا جاتا ہے، میرے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے یزید کے اسلاف کے سنگین جرائم کے باوجود اُن کی جان بخشی کر دی تھی لیکن یزید نے اپنے ہاتھوں کو بیگناہ اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے خون سے رنگین کیا ہے۔ اس طرح حضرت زینب علیہا السلام نے یزید کے غرور و تکبر پر کاری ضرب لگاتے ہوئے اس کے ضمیر کو جھنجھوڑا کہ کیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے احسان کا بدلہ یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہاتھوں آزاد شدہ اسیروں کی اولاد، اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے؟!!!

اسلام میں عدالت

اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم ترین رکن "عدل" ہے جس کا عمومی حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ اللهَ يأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ یقینا اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا

ہے۔[1]

علماء نے عدالت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا ہے: اِعْطَاءُ كُلّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ ''عدل سے مراد ہر صاحبِ حق کو اُس کا حق عطا کرنا ہے'' اور بعض علماء نے کہا ہے: اَلْعَدْلُ يَضَعُ الْاُمُوْرُ مَوَاضِعِهَا ''عدل سے مراد ہر چیز کو اُس کا صحیح مقام دینا ہے''۔

عدالت ایک ایسا قانون ہے جس کے بغیر کامل اور بہترین زندگی ممکن ہی نہیں ہے شاید اسی لئے اللہ تعالی نے انبیاء کی بعثت کے اہداف و مقاصد میں سے ایک مقصد عدل و انصاف کے نظام کا قیام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا ہے تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں۔[2]

انسان فطری طور پر عدالت کو پسند کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ نہایت ظالم و جابر افراد بھی اپنے ظلم و ستم کو عادلانہ رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے سفاک حکمران جو ظلم و ستم کے علاوہ کچھ نہیں جانتے وہ بھی لوگوں کی نظروں میں عادل بننے کی کوشش کرتے ہیں، اسلام میں تمام اساسی اور کلیدی منصبوں کیلئے عدالت کی شرط رکھی گئی ہے جس میں خلافت کے منصب کو خاص اہمیت حاصل ہے، لہٰذا اسلام نے مسلمانوں کے امور کی باگ ڈور سنبھالنے والے شخص کیلئے عادل ہونا ضروری قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنی ظاہری خلافت کے دور میں اپنے نمایندوں کو بار بار عدالت کے ساتھ رفتار کرنے کی تاکید فرماتے تھے، اور خود عدالت کے اسقدر پابند تھے کہ مؤرخین کو کہنا پڑا: قُتِلَ عَلِيٌّ لِشِدَّةِ عَدْلِهِ ''حضرت علی علیہ السلام اپنی سخت عدالت کے سبب شہید ہوئے''۔

حضرت علی علیہ السلام کی عدالت کا اندازہ آپ کے اس جملہ سے لگایا جا سکتا ہے جس میں فرمایا:

---

۱. سورہ نحل (۱۶) آیت ۹۰.

۲. سورہ حدید (۵۷) آیت ۲۵.

وَاللهِ لَوْ أعْطِيْتُ الأَقَالِيْمَ الْسَبْعَةَ بِمَا تَحْتَ أَفْلَاكِهَا عَلى أنْ أعْصِىَ اللهَ فِيْ نَمْلَةٍ أَسْلُبُهَا جُلْبَ شَعِيْرَةٍ مَا فَعَلْتُهُ ''خدا کی قسم اگر مجھے ساتوں اقلیم، تمام زیرِ آسمان خزانوں کے ساتھ دے دیئے جائیں اور مجھ سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ میں کسی چیونٹی پر ظلم کرتے ہوئے اس کے منھ سے دانے کے چھلکے کو چھین لوں تو ہرگز ایسا نہیں کروں گا''۔[۱] یہ اسلام کے حقیقی پیشوااور خلیفہ کا کردار تھا۔

عدالت اور خلافت

سنہ ۶۰ ہجری میں معاویہ کے مرنے کے بعدیزید بن معاویہ، خود کو خلیفۃالمسلمین کہلوانے لگا؛اُس نے اسلام کی طاقت کو اپنی ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کاذریعہ بنایا، اور اس طرح اسلام ہی کی جڑیں کاٹنے لگا، لیکن سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے مذکورہ جملہ سےیزید کے دربار میں موجود لوگوں کے ضمیروں کو جھنجوڑا کہ خلافت کے لئے عدالت نہایت ضروری ہے لیکن کیایزید کا کوئی کام عدالت کے مطابق ہے؟!!! ؛ پس جب منصبِ خلافت، عدالت کی پاسداری کرنے والے کا حق ہے تویزید جیسے فاسق و ظالم شخص کو اس منصب کے سنبھالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اگرچہ یزید جیسے شخص سے عدل وعدالت کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی لیکن سیدہ زینبؑ اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھیں کہ یزید مسندِ خلافت پر بیٹھا ہے اور اپنے آپ کو خلیفہ کہلوارہا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ وہ عدل وانصاف سے کام لے، کیونکہ اسلامی خلافت کی بنیادی شرائط میں سے ایک اہم ترین شرط عدالت ہے، نیز خلیفۃالمسلمین کی بنیادی شرط بھی اُس کا عادل ہونا ہے۔

---

۱. نہج البلاغہ: خطبہ ۲۲۴، ظلم سے برائت کے سلسلہ میں.

تَخْدِيرُكَ حَرَائِرَكَ وَ اِمَائَكَ، وَسَوْقُكَ بَنَاتِ رَسُولِ اللهِ سَبَايَا.

معانی: ''الخَدَر'' یعنی عورت کے پردہ کیلئے گھر میں لٹکایا جانے والا پردہ، ''تَخْدِيْر'' یعنی عورت کو پردہ کے پیچھے (نامحرم کی نظروں سے دور) بٹھانا؛ ''حَرَائِر'' حُرَّہ کی جمع یعنی آزاد عورت (انسان کی بیوی جو کنیز نہ ہو)؛ ''سَوْق'' یعنی جانور کو پیچھے سے ہانکنا اور چلانا۔

ترجمہ: تمہارا اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پردہ کے پیچھے بٹھانا اور رسول زادیوں کو اسیر بنا کے دربدر لے جانا (کیا یہ انصاف ہے)؟!

تشریح

سیدہ زینب علیہا السلام کا فہم وفراست

سیدہ زینب علیہا السلام کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہا السلام نے یزید کے دربار میں داخل ہوتے ہی اپنی گہری نگاہوں کے ذریعہ پل بھر میں پورے دربار کا مشاہدہ کر لیا تھا، جب آپ علیہا السلام نے دیکھا کہ یزید کی زوجہ اور اُس کی کنیزیں پردہ کے پیچھے بیٹھی دربار کا نظارہ کر رہی ہیں تو علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کی شجاع اور موقع شناس بیٹی نے اسی موضوع کو یزید کی رسوائی کا ذریعہ بناتے ہوئے اُس کی بے انصافی سب پر واضح کر دی، اور پھر سیدہ علیہا السلام کا یہ جملہ (کیا تمہارا اپنی عورتوں کو پردہ میں رکھنا اور رسول زادیوں کو دربدر پھرانا انصاف ہے؟!) ایسا مستدل اور حقیقت پر مبنی نکتہ تھا کہ تمام حاضرین حتی کہ یزید بھی اس واضح استدلال کے سامنے لاجواب ہو گیا اور دربار میں بیٹھے ہوئے تمام افراد بھی متوجہ ہوئے یہ اسیر خاتون واقعاً صحیح کہہ رہی ہے کہ خلیفہ کی عورتیں پردہ کے پیچھے ہیں جبکہ جن کی عزت و تکریم کا حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ نے دیا وہ خواتین بے پردہ اور اسیر ہیں۔

دربارِ یزید میں آل رسولؐ کا تعارف

تاریخ اسلام کی ایک تلخ اور نا قابل انکار حقیقت یہ ہے کہ رسول خداؐ کی وفات کے فورا بعد آپؐ کے اہل بیتؑ کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا، پھر برسرِ اقتدار آنے والے افراد کی اہل بیتؑ سے بے رخی سبب بنی کہ مکہ اور مدینہ کے علاوہ دوسرے علاقوں اور خاص طور پر کوفہ و شام کے لوگ پیغمبر اسلامؐ کے اہل بیتؑ اور اسلام کے حقیقی وارثوں سے مکمل آشنا اور واقف نہ ہو سکیں، شام اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں حاکمِ شام کی ایک اہم سیاست بھی یہی تھی، چنانچہ وہاں کے عام لوگ اہل بیتؑ کی بہت کم شناخت رکھتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول خداؐ کی رحلت کے بعد آئمہ معصومینؑ کو جہاں بھی مناسب فرصت ملی، خود کو رسول خداؐ کے اہل بیتؑ اور اسلام کے حقیقی ترجمان کے عنوان سے متعارف کروایا اور عام لوگوں کو اپنی پیروی کی ترغیب دلائی۔

چنانچہ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد جب حاکمِ شام نے خلافت پر قبضہ کرنا چاہا تو کوفہ میں ایک شخص نے امام حسنؑ پر حملہ کیا اور خنجر سے آپؑ کو زخمی کر دیا، پھر جب آپؑ صحت یاب ہوئے تو کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ايُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا نَحْنُ اُمَرَاؤُكُمْ وَ ضَيْفَانُكُمْ وَ نَحْنُ أهْل بَيْتِ نَبِيِّكُمْ الَّذِيْنَ أذْهَبَ اللهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهَّرَهُمْ تَطْهِيْراً ؛ اے لوگو، ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں اور ہم ہی تمہارے نبی کے اہل بیت ہیں، جنہیں اللہ تعالی نے ہر پلیدی سے دور رکھا اور ایسے پاک بنایا جیسے پاک رکھنے کا حق ہے۔

امامؑ نے یہ جملہ اتنی مرتبہ دہرایا کہ سننے والے تمام افراد رونے لگے اور اُن کی آہ وبکا کی آوازیں بلند ہو گئیں۔[۱]

---

۱. تاریخ کامل (ابن اثیر) : ج۳ص۴۰۶ط دار صادر؛ اسد الغابہ (ابن اثیر) : ج۱ص۴۹۲، ط ۱۴۰۹ھ دارالفکر بیروت.

اسی طرح کربلا کے قیام کی ابتدا ہی سے امام حسین علیہ السلام کی تمام کوشش بھی یہی رہی کہ مسلمانوں کو اسلام کے صحیح ترجمانوں اور حقیقی رہبروں یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اہل بیت علیہم السلام سے متعارف کروایا جائے چنانچہ آپ علیہ السلام نے لوگوں سے مخاطب ہو کر اپنا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا: ''ہم خدا کا غالب گروہ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے قریبی رشتہ دار، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاک و پاکیزہ اہل بیت ہیں، اور ہم ہی ثقلین میں سے ایک ہیں جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی امت کے درمیان چھوڑا، اور ہم ہی قرآن کے ہم پلہ ہیں... قرآن مجید کی تفسیر کے سلسلہ میں ہم ہی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے... لہٰذا ہماری اطاعت کرو کیونکہ یقینا ہماری اطاعت کرنا فرض ہے کیونکہ ہماری اطاعت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی اطاعت کے ساتھ ملی ہوئی ہے...''۔[1]

امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے قیام میں طے ہونے والے راستہ کے دوران قدم قدم پر اپنے خطبوں اور بیانات کے ذریعہ خود کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے حقیقی وارث اور اسلام کے حقیقی محافظ کے عنوان سے تعارف کروایا، اور پھر کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہی ذمہ داری سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے دوش پر لی لہٰذا جب سیدہ علیہا السلام نے محسوس کیا کہ کوفہ اور شام کے عام لوگ، نہ ہی اہل بیت علیہم السلام کی عظمت سے واقف ہیں اور نہ ہی واقعہ کربلا کی حقیقت سے آگاہ ہیں، کیونکہ جب امام حسین علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے انصار و اعوان شہید ہوگئے تو یزید نے شام میں اور اس کے گورنر ابن زیاد نے کوفہ میں اپنی فتح کا جشن منانے کا انتظام کیا اور لوگوں کو

---

۱. نَحْنُ حِزْبُ اللَّهِ الْغَالِبُونَ وَ عِتْرَةُ رَسُولِهِ الْأَقْرَبُونَ وَ أَهْلُ بَيْتِهِ الطَّيِّبُونَ الطَّاهِرُونَ وَ أَحَدُ الثَّقَلَيْنِ الذين [اللَّذَيْنِ] خَلَّفَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ فِي أُمَّتِهِ وَ التَّالِي كِتَابَ اللَّهِ ... فَالْمُعَوَّلُ عَلَيْنَا فِي تَفْسِيرِهِ لَا نَتَظَنَّى تَأْوِيلَهُ بَلْ نَتَيَقَّنُ حَقَائِقَهُ فَأَطِيعُونَا فَإِنَّ طَاعَتَنَا مَفْرُوضَةٌ إِذْ كَانَتْ بِطَاعَةِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ رَسُولِهِ مَقْرُونَةً قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ... (بحار الانوار (مجلسی): ج۴۴ص۳۵۹)؛ یہی روایت الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ مشہور مؤرخ مسعودی نے بھی نقل کی ہے: رجوع کریں: مروج الذھب (مسعودی): ج۲ص۴۳۱، ۴۳۲.

صرف یہی بتایا کہ کچھ باغیوں نے خلیفہ کے ساتھ جنگ کی ہے اور انہیں قتل کر دیا گیا ہے، اب اُس باغی کے اہل خانہ کو اسیر کرکے لایا جارہا ہے، اُسوقت عقیلہ بنی ہاشمؑ نے اپنے خطبات کے ذریعہ بازار کوفہ اور یزید کے دربار میں موجود اسیروں کا تماشا دیکھنے کیلئے آئے ہوئے کوفیوں اور شامیوں پر واضح کیا کہ ہم کسی باغی یا خارجی کے اہل خانہ نہیں ہیں بلکہ ہم آل رسولؐ ہیں۔

سیدہ زینبؑ کو معلوم تھا کہ یزید کے دربار میں بیٹھے اکثر افراد حقیقت سے ناواقف ہیں توآپؑ نے یزید کے سامنے اپنے اس خطبہ کے شروع میں ہی تمام لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے ہوئے اُن پر یہ حقیقت واضح کی کہ ہم کسی باغی کے اہل خانہ نہیں بلکہ رسول زادیاں ہیں جنہیں اسیر کرکے دربار میں لایا گیا ہے، اور پھر خطبہ کے ان جملات میں بھی دربار میں موجود کرسی نشینوں کو یزید کی مکاری اور اُس کے فریب کی طرف متوجہ کیا، اور پھر یزید کے اس عمل پر بھی ملامت کی کہ اُس نے اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پردہ میں بٹھایا ہوا ہے جبکہ نبی زادیاں سر برہنہ اور اسیر ہیں۔

عورت کے حجاب اور پردہ کی اہمیت

جناب زینبؑ کے اس کلام سے تمام باایمان اور اہل بیتؑ کی پیروی کا دعوی کرنے والوں کو جو پیغام دیا جاسکتا ہے وہ عفت و حجاب کا پیغام ہے، سیدہ زینبؑ خاندانِ پیغمبرؐ کی خواتین اور رسول زادیوں کو قیدی بناکر شہروں اور کوچہ و بازار میں سر برہنہ مجمع عام میں پھرانے پر نہایت سخت لہجہ میں اعتراض کرتی ہیں اور اس حرکت کو عدل کے خلاف قرار دیتی ہیں، یقینا یہ حساسیت مسلمان عورت کے حجاب و پردہ کی اہمیت کی غماز ہے۔

سیدہ زینبؑ کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ عورت کی بے پردگی خلافِ عدل اور ظلم ہے چنانچہ اگر کوئی دوسرا شخص کسی عورت کو بے پردگی پر مجبور کرے تو وہ ظالم ہے اور اگر کوئی عورت خود ہی بے پردگی کی طرف مائل ہو تو گویا وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہی ہے۔

بدقسمتی سے عصر حاضر میں حجاب و پردہ کا مسئلہ کج فہمی کا شکار ہو چکا ہے، عورت کے حجاب

اور پردہ کو پسماندگی سے تعبیر کیا جارہا ہے چنانچہ ہم اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ بد حجابی اور بے پردگی ایک اجتماعی مشکل اور بہت بڑی معاشرتی مصیبت بن چکی ہے جس میں ہمارے معاشرے کی اکثر عورتیں گرفتار ہیں حتی یہ کہ بعض دینی و مذہبی گھرانوں سے تعلق رکھنے والی خواتین اور بالخصوص جوان لڑکیاں بھی، گھر کی چار دیواری سے باہر نکلتے ہی خواہ ناخواہ بد حجابی اور بے پردگی کا شکار ہو جاتی ہیں جبکہ حجاب اور پردہ کی اہمیت کے لئے تو یہی کافی ہے کہ یہ حکم کسی عام انسان کی طرف سے عورتوں پر عائد نہیں کیا گیا بلکہ یہ فرمان الہی اور حکم خداوندی ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِي قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يدْنِينَ عَلَيهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يعْرَفْنَ فَلَا يؤْذَينَ﴾ اے پیغمبرؐ آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادر کو اپنے اوپر اوڑھے رہا کریں کہ یہ عمل ان کی شناخت وشرافت سے قریب تر ہے اور اس طرح ان کو اذیت نہ ہو گی۔[1]

اللہ تعالی نے کتنے واضح الفاظ میں اپنے رسولؐ کے ذریعہ سے قیامت تک آنے والی مسلمان عورتوں تک اپنا یہ حکم پہنچایا ہے؟! اور سیدہ زینبؑ نے کس درد کے ساتھ اپنی بے پردگی کا ماتم کیا ہے؟! لیکن اس کے باوجود اگر کوئی مومنہ خاتون بے پردگی کی حالت میں اپنے گھر سے باہر قدم رکھے، اور خدا و رسولؐ کے اس واضح فرمان کو پس پشت ڈال کر بے پردگی اختیار کرے تو کیا اس عورت کا عمل عذاب الہی کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے؟!

کیا آج کی بے حجاب اور خود کو مسلمان اور سیدہ زینبؑ کی کنیز سمجھنے والی عورت، خدا کے اس فرمان اور سیدہ زینبؑ کے اس گریہ وماتم کو بھول چکی ہے؟!!!

یقینا جو عورت اپنے خالق کے اس حکم اور سیدہ زینبؑ کی اس خواہش کی پاسداری کرتے ہوئے خود کو حجاب اور پردہ میں محفوظ رکھے تو گویا وہ اپنی عام زندگی میں بھی اطاعت و عبادت

---

۱. سورہ احزاب (۳۳) آیت ۵۹.

الٰہی میں مصروف ہے۔

عصر حاضر میں مغربی ممالک اور اسلام دشمن قوتوں کی ساری توجہ مسلمان خواتین کے حجاب کی طرف ہے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان عورت سے اس کی عفت کو چھین لیا جائے اور جب عورت بے پردہ ہو جائے گی تو یقینا اس کا اثر گھر اور حتی معاشرے پر بھی پڑے گا، پھر ازدواجی تعلقات بھی خراب ہوں گے، اولاد کی تربیت بھی نہ ہوسکے گی، معاشرہ بھی فسق و فجور اور گناہ و فساد کی طرف بڑھے گا؛ لہٰذا کبھی حقوق بشر کی تحریک کے ذریعہ، کبھی حقوق نسواں کو ڈھال بنا کر اور کبھی روشن فکری اور روشن خیالی کا نام دے کر مسلمان خواتین کو بے پردگی اور بی حیائی کی گہری گھائیوں میں پھینکنے کی کوششیں کی جارہی ہیں لیکن حقیقی روشن فکر، حوا کی بیٹیاں اور خاص طور پر سیدہ زینب علیہا السلام کی کنیزیں اچھی طرح جانتی ہیں کہ بے پردگی در حقیقت، عورت کی انسانی شخصیت کے ساتھ کھیلنا اور معاشرے کو تباہی و بربادی کی طرف دھکیلنا ہے۔

لہٰذا کوئی بھی سمجھدار مسلمان خاتون کبھی اس معاملے میں دشمنوں کی سازشوں کا شکار نہیں بنے گی، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ پردہ ہی کے ذریعہ ایک عورت اپنے انسانی سرمایہ کے طور پر پہچانی جاتی ہے، اور اسلامی تہذیب میں پردہ ہی عورت کی نسوانیت، وقار، شرافت، عزت، شرم و حیا اور خاندانی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔

موثر گفتگو کیلئے موقع و محل کی شناخت کی ضرورت

سیدہ زینب علیہا السلام کے خطبہ کے ان جملات سے ایک درس یہ بھی ملتا ہے کہ کسی بھی گفتگو کا موقع و محل کے مطابق ہونا ضروری امر ہے کیونکہ کوئی بھی گفتگو اُسوقت موثر ہوتی ہے جب وہ اپنے صحیح موقع و محل کے مطابق ہو لہٰذا ہر خطیب کا موقع شناس ہونا ضروری ہے۔

قَدْ هَتَكْتَ سُتُورَهُنَّ، وَ أَبْدَيْتَ وُجُوهَهُنَّ، تَحْدُو بِهِنَّ الْأَعْدَاءُ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ، وَيَسْتَشْرِفُهُنَّ [أَهْلُ] الْمَنَاقِلِ، وَيَتَبَرَّزْنَ [يَبْرُزْنَ] لِأَهْلِ الْمَنَاهِلِ، وَيَتَصَفَّحُ وُجُوهَهُنَّ الْقَرِيبُ وَ الْبَعِيدُ، وَالْغَائِبُ وَالشَّهِيدُ، وَالشَّرِيفُ وَالْوَضِيعُ، وَالدَّنِيُّ وَالرَّفِيعُ، لَيْسَ مَعَهُنَّ مِنْ رِجَالِهِنَّ وَلِيٌّ، وَلَا مِنْ حُمَّاتِهِنَّ حَمِيٌّ [حَمِيمٌ]

معانی: ''هَتَك السَتَر''یعنی کھینچ کر پردہ چاک کرنا، بے عزتی کرنا؛ ''أَبْدَیٰ''یعنی ظاہر کیا؛ ''حُدَاء'' یعنی اونٹ کو ترنم کے ساتھ خاص آواز کے ذریعہ پیچھے سے ہانکتے ہوئے چلانا؛ ''اِسْتَشْرَفَهُ''یعنی اس نے غور سے دیکھنے کیلئے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ کر نظریں جمائیں، جیسے کوئی دھوپ سے بچنے کیلئے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھے؛ ''اَلْمَنَاقِل'' مَنْقَل کی جمع یعنی سفر کی منزل، یا پہاڑی راستہ، اور یہاں مسافر مراد ہیں؛ ''بَرَزَ (يَبْرُزُ)'' پوشیدگی کے بعد ظاہر ہو گیا؛ ''اَلمَنَاهِل'' مَنْهل کی جمع، یعنی راستہ پر پانی پینے کی جگہ، گھاٹ اور چشمہ کو بھی مَنْهل کہتے ہیں، لیکن یہاں ''أَهْل المَنَاهِل'' سے مختلف جگہوں کے رہائشی لوگ مراد ہیں؛ ''تَصَفَّحَ الْوَجْه'' یعنی دوسرے کے چہرے کی طرف غور سے دیکھنا اور جستجو کرنا؛''الوَضِيْعُ'' یعنی حقیر اور پست انسان؛ ''حُمَاة'' یعنی رشتہ دار عورتیں؛ ''حَمِيّ'' یعنی دیکھ بھال یا حمایت کرنے والا۔

ترجمہ: یقیناً تم نے رسول زادیوں کو بے رِدا اور ان کے چہروں کو بے پردہ کیا ہے، دشمن انہیں (جانوروں کی طرح) ہانکتے ہوئے شہر بہ شہر لائے، مسافر نظریں اٹھا اٹھا کر انہیں دیکھتے، اور باپردہ بیبیاں مختلف جگہوں کے رہائشی لوگوں کے سامنے بے پردہ ہو گئیں، دور اور نزدیک کا ہر حاضر وغائب شخص، ہر پست اور شریف اور ہر ادنی و اعلی انسان اُن کے چہروں کو غور سے دیکھتے ہوئے پہچاننے کی کوشش کرتا، جبکہ اُن کے ساتھ سرپرستی کرنے والا نہ کوئی اُن کا مرد ہے اور نہ ہی دیکھ بھال کرنے والی کوئی رشتہ دار عورت۔

تشریح

رسول زادیوں پر بے پردگی کی مصیبت کا بیان

مذکورہ جملات میں سیدہ زینب علیہا السلام نے کربلا کے بعد کی مصیبتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں بے پردہ بازاروں میں لے جایا گیا جہاں معاشرے کے ہر طرح کے نامحرم لوگ ہمیں بے پردہ دیکھتے تھے۔

لوگ رک رک کر اپنے ہاتھوں کو پیشانیوں پر رکھ کر نہایت غور سے نبی زادیوں علیہم السلام کے چہروں کی طرف دیکھتے اور یہ پہچاننے کی کوشش کرتے کہ یہ قیدی کون ہیں اور کس جگہ سے تعلق رکھتے ہیں؟[۱]۔

جبکہ یہ وہ عصمت مآب خواتین تھیں کہ زندگی میں کبھی کسی نامحرم کی نظران پر نہ پڑی، جنہوں نے کائنات کی عورتوں کو پردہ اور حجاب کی اہمیت بتائی، جنہوں نے اپنے کردار و عمل سے عورتوں کو پردہ اور حجاب سکھایا، جو پردہ سمیت زندگی کے ہر پہلو میں تمام مسلمان خواتین کیلئے بہترین نمونہ ہیں، لیکن کربلا میں بے پردہ ہو گئیں۔

اس سے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ کربلا سے شام جاتے ہوئے اہل بیت علیہم السلام کے قیدی قافلے کو جہاں سے بھی گزارا جاتا، لوگ اسیروں کا تماشا دیکھنے کیلئے آگے بڑھتے، کچھ بازاروں میں آتے اور کچھ اپنے گھروں کی چھتوں پر سے اسیروں کو دیکھتے، یہی وہ مصیبت تھی جسے واقعہ کربلا کے بعد حضرت امام سجاد علیہ السلام نے بھی اپنی سب سے بڑی مصیبت کے عنوان سے بیان کیا، لہٰذا مشہور روایت ہے کہ جب آپ سے پوچھا گیا: اس سفر میں آپ پر سب سے بڑی مصیبت کہاں آئی؟ توامام علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا: الشام الشام الشام۔[۱]

---

۱. ناسخ التواریخ: ص ۳۰۴؛ سوگنامہ آل محمد: ص ۴۰۸.

عُتُوّاً مِنْكَ عَلَى اللهِ، وَجُحُوداً لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ، وَدَفْعاً لِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللهِ

معانی: ''عُتُواً'' یعنی سرکشی، دشمنی وہٹ دھرمی کے ساتھ نافرمانی کرنا؛ ''جُحُود'' یعنی کسی چیز کی حقیقت جاننے کے باوجود اُس کا انکار کرنا؛ ''دَفْع'' یعنی مسترد کرنا، نابود کرنا، ردّ کرنا۔

ترجمہ: تمہارا یہ عمل اللہ کے ساتھ سرکشی، اور جان بوجھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا انکار، اور اُس دین (یا قرآن) کو ردّ کرنا ہے جسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اللہ تعالیٰ کی طرف لائے۔

تشریح

یزید کے کفر والحاد کا بیان

سیدہ زینب علیہا السلام نے ان جملات میں یزید کے باطنی کفر کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے سرکشی کر چکا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا منکر ہے، اور اُس کا اصل مقصد خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی نافرمانی کو رواج دینا اور اسلام و قرآن کا خاتمہ ہے۔

سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کے لئے ''عُتُواً'' کا لفظ استعمال فرمایا جس کا معنی اطاعت سے روگردانی اور حکم کی ایسی خلاف ورزی ہے کہ جس کے ساتھ دشمنی اور ہٹ دھرمی بھی شامل ہو۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ایسے افراد کے لئے استعمال ہوا ہے جو قیامت کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے بارے میں غرور و تکبر اور خودپسندی میں مبتلا ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا﴾ ''اور جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں: ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کیے گئے یا ہم اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھ لیتے؟ یہ لوگ اپنے خیال میں

خود کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور بڑی حد تک سرکش ہو گئے ہیں"۔[1] اس بنا پر حضرت زینب علیہا السلام نے یزید کے لئے "عُتُواً" کی قرآنی تعبیر استعمال فرما کر گویا اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا کہ یزید قیامت کا منکر ہونے کے ساتھ ساتھ غرور و تکبر اور خود پسندی میں مبتلا ہے۔

اسی طرح سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے مذکورہ الفاظ میں یزید کو عمدی طور پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا انکار کرنے والا قرار دیا جس سے یزید کا کفر ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ علیہا السلام کی یہ تعبیر بھی گویا قرآن مجید کی آیت مبارکہ سے ماخوذ ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلا الْكَافِرُوْنَ﴾ "اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر صرف کافر"۔[2]

شاید سیدہ زینب علیہا السلام کا یہ جملہ یزید کے اشعار کی طرف بھی اشارہ ہو جو اُس کے باطنی کفر کی اہم ترین دلیل ہیں، کیونکہ ان اشعار میں یزید نے "فَلَا خَبَرٌ جَاءَ" کہہ کر اللہ تعالی اور دین الٰہی کا صاف صاف انکار کر دیا اور "وَلَا وَحْيٌ نَزَلَ" کہہ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور وحی کو جھٹلایا، گویا ان الفاظ میں یزید نے بھرے دربار میں کھلم کھلا اپنے باطنی کفر کا اظہار کیا تھا لہٰذا یزید کے انہی اشعار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدہ زینب علیہا السلام نے مذکورہ جملات ادا فرمائے اور یزید کی کافرانہ ماہیت کو برملا کیا۔

آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ پر ظلم و ستم گویا خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کا انکار

سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے مصائب اور مظلومیت کا ذکر کرنے کے فوراً بعد یزید کے اس عمل کو اللہ تعالی کی نافرمانی و سرکشی نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور اسلام و قرآن کے انکار کے مترادف قرار دیا، اس جملہ سے گویا سیدہ زینب علیہا السلام اس اہم نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہیں کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ اور اہل بیت علیہم السلام پر ظلم و ستم روا رکھنا گویا اللہ تعالی کی نافرمانی و سرکشی اور رسول

---

[1]. سورہ عنکبوت (۲۹) آیت ۴۷.

[2]. سورہ عنکبوت (۲۹) آیت ۴۷.

خداﷺ کا انکار کرنا ہے۔

چونکہ رسول خداﷺ نے اللہ تعالی کے حکم کے تحت اجر رسالت کے طور پر امت سے یہ تقاضا کیا تھا کہ وہ اہل بیتؑ کے ساتھ مودّت رکھیں جیسا کہ اللہ تعالی نے رسول خداﷺ کو اسی تقاضا کے سلسلہ میں حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾؛ (اے رسول) کہہ دیں کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابتداروں (اہل بیتؑ) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔[۱]

پس جو کوئی خدا کے اس صریح اعلان اور پیغمبر اکرمﷺ کی اس واضح خواہش کے باوجود اہل بیتؑ پر ظلم و ستم روا رکھے گویا وہ خدا کا بھی منکر ہے اور رسول خداﷺ کا بھی، اسی لیے سیدہ زینبؑ نے یزید کو کھلے الفاظ میں خدا و رسولﷺ کا منکر قرار دیا ہے۔

وَلَا غَرْوَ مِنْكَ، وَلَا عَجَبَ مِنْ فِعْلِكَ، وَ أَنَّـي [وَكَيْـفَ] يُرْتَجَـى مُرَاقَبَـةُ [الخَيْرُ] مَنْ لَفَظَ فُوهُ أَكْبَـادَ الشُّـهَدَاءِ[الأَزْكِيَـاء]، وَنَبَـتَ لَحْمُـهُ بِـدِمَاءِ السُّعَدَاءِ[الشُّهَدَاءِ]، وَنَصَبَ الْحَـرْبَ لِسَـيِّدِ الْأَنْبِيَـاء، وَجَمَـعَ الْـأَحْزَابَ، وَشَهَرَ الْحِرَابَ، وهَزّ السُّيوفَ فِي وَجْهِ رَسُـولِ اللهﷺ، أَشَـدُّ الْعَـرَبِ [لِلَّهِ] جُحُوداً، وَأَنْكَرُهُمْ لَهُ رَسُولًا، وَأَظْهَرُهُمْ لَهُ عُدْوَاناً، وَأَعْتَاهُمْ عَلَى الرَّبِّ كُفْراً وَطُغْيَاناً.

معانی: ''غَرْوًا'' حیرت اور تعجب؛ ''لَفَظ الْشَي'' کسی چیز کو منہ سے نکال کر پھینکنا؛ ''أكباد'' کبد کی جمع یعنی جگر؛ ''حِرَاب'' جنگ کے آلات؛ ''هَزّ السَّيف'' یعنی تلوار ہلانا اور اس سے مراد جنگ کیلئے آمادگی کا اظہار ہے؛ ''أَعْتَاء'' یعنی سب سے زیادہ سرکشی کرنے والا۔

---

۱. سورہ شوری (۴۲) آیت ۲۳.

ترجمہ: نہ ہی تم پر کوئی تعجب ہے اور نہ ہی تمہاری بدکاریوں پر حیرت ہے، بھلا ایسے شخص سے بھلائی کی توقع ہی کیا ہو سکتی ہے جس (کی دادی) نے شہیدوں کا جگر چبا کر تھوک دیا ہو، اور جس کا گوشت پوست اُن سعادتمند (شہیدوں) کے خون سے بنا ہو، اور جس (کے دادا) نے سید الانبیاءﷺ کے ساتھ جنگ کی، اُس نے مختلف گروہوں کو جمع کیا، سامانِ جنگ فراہم کیا اور رسول خداﷺ کے مقابلے میں تلواریں کھینچ لیں، تمام عرب میں سب سے بڑھ کر خدا کا انکار کرنے والا تھا، اور سب سے بڑھ کر رسول خداﷺ کا انکار اور آپﷺ کی دشمنی کا اظہار کرنے والا تھا، اور پروردگار کے کفر و سرکشی میں سب سے آگے تھا۔

تشریح

یزید کے خاندان کی سیاہ کاریاں

جناب سیدہ زینبؑ نے اپنی زندگی کے مختلف مرحلوں میں اسلامی معاشرہ میں رونما ہونے والی طرح طرح کی تبدیلیوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا، آپؑ اچھی طرح سے باخبر تھیں کہ امویوں نے کس طرح دور جاہلیت کے قومی تعصب اور نسلی افتخارات کو رواج دے رکھا تھا اور علی الاعلان اسلامی احکامات کو پامال کر رہے تھے، اس بنا پر سیدہ زینبؑ کے خطبہ کے نہایت برجستہ پہلوؤں میں سے ایک پہلو یزید کے خاندان کے سیاہ کارناموں کا بیان ہے، لہٰذا آپؑ نے اپنے خطبہ کے اس حصہ میں خاندانِ یزید کی ایسی سیاہ کاریوں کو بیان کیا کہ جن سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا تھا۔

سیدہ زینبؑ نے اہل بیتؑ اور بنی امیہ کے تاریخی ماضی کو ایک بنیادی استدلال کے طور پر پیش کیا جس کا اہم ترین سبب یہ تھا کہ یزید نے امام حسینؑ کے قتل کے جواز کا بہانہ بناتے ہوئے عوام میں یہ مشہور کیا تھا کہ حسینؑ اور آپ کے ساتھی (نعوذ باللہ) دین محمدﷺ سے خارج ہو گئے ہیں لہٰذا اُن کا قتل واجب ہے، چنانچہ سیدہ زینبؑ نے یزید کے

دربار میں اُس کے اسی بہانہ پر کاری ضرب لگائی اور بنی امیہ کی بعض سیاہ کاریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حاضرین کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ جس یزید کے اسلاف خدا اور رسولؐ اور دین اسلام کے سر سخت مخالف تھے وہ یزید خود اسی دین کا حقیقی حامی کیسے ہو سکتا ہے؟!۔

وراثت اور تربیت

دنیا کے اہم ترین اجتماعی قوانین میں سے ایک وراثت کا قانون ہے، اسی قانون کے تحت اولاد اپنے والدین کی طرز زندگی اور ان کی صفات و خصوصیات اپناتی ہے، عصر حاضر کے نفسیاتی ماہرین بھی اس کلیہ و قاعدہ کی تصدیق کرتے ہیں، بہت سی روایات میں بھی اس اہم قانون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے: حُسْنُ الأخْلَاقِ بُرْهَانُ كَرَمِ الأعرَاقِ "اچھا اخلاق خاندانی شرافت کی دلیل ہے"،[1] جیسا کہ قرآن مجید نے حضرت نوحؑ کی زبانی بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا: ﴿وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَارًا * إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ اور نوح نے کہا کہ پروردگار اس زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو نہ چھوڑنا کیونکہ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور صرف فاجر و کافر اولاد پیدا کریں گے۔[2]

مذکورہ آیت اور حضرت علیؑ کی حدیث میں وراثت اور تربیت کے ایک اہم قانون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کی بنا پر اولاد اپنے والدین کے اخلاق واطوار اپناتی ہے، اس بنا پر سیدہ زینبؑ نے بھرے دربار میں یزید کے اجداد کی تاریخ کی طرف اشارہ کیا اور ان کی خاندانی اسلام دشمنی کو بیان کرتے ہوئے اولادِ رسولؐ پر یزید کے ظلم وستم کو ایک عادی فعل قرار

---

۱. غرر الحکم (آمدی): ص۱۶۷، دار الثقافہ، نجف اشرف؛ عیون الحکم والمواعظ (علی بن محمد واسطی) ص۲۲۸، ط اول تحقیق بیر جندی، دار الحدیث.

۲. سورہ نوح (۷۱) آیات ۲۶، ۲۷.

دیا کیونکہ وہ ہندہ اور ابوسفیان کی اولاد میں سے تھا جن کے ایما پر اسلام و مسلمین کے خلاف جنگیں لڑی گئیں اور جنہوں نے رسول خداﷺ اور دین اسلام سے اپنی دشمنی کا کھلا اظہار کیا، اس بنا پر یہ کہنا بالکل درست ہے کہ یزید کو رسول خداﷺ اور آپﷺ کے اہل بیتؑ کی دشمنی وراثت میں ملی تھی۔

تربیت اولاد

سیدہ زینبؑ کے خطبہ کے اس حصہ میں تربیت اولاد سے متعلق ایک اہم درس پوشیدہ ہے، کیونکہ آپؑ نے ان جملات میں یزید کے ان کرتوتوں کو ایک عام اور معمولی چیز قرار دیا کہ جس پر کسی طرح کا تعجب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یزید کی تربیت ہی اسلام دشمن گھرانے میں ہوئی تھی، اور کسی بھی فرد کی شخصیت پر اُس کی خاندانی تاثیر بہت زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا جس طرح بے دین والدین کی اولاد عام طور پر بے دین ہی ہوتی ہے، اسی طرح اسلام دشمن افراد کی گود میں پرورش پانے والے بھی عام طور پر اسلام دشمن ہی ہوتے ہیں، سوائے اُس شخص کے جس پر اللہ تعالی اپنا خاص لطف و کرم کرے۔

لہٰذا سیدہ زینبؑ نے یزید کو وراثت میں ملنے والی اسلام دشمنی کو اُس کے برے کردار کا ایک اہم ترین سبب قرار دیتے ہوئے اس اہم نکتہ کی طرف متوجہ کیا کہ ابوسفیان اور ہندہ کی اولاد سے اہل بیتؑ کی دشمنی کے علاوہ اور کیا توقع کی جا سکتی ہے؟!۔

چونکہ سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے ان جملات میں یزید کے دادا اور اُس کی دادی کی اسلام دشمنی کی طرف اشارہ کیا ہے لہٰذا ہم ذیل میں یزید کے دادا اور دادی کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

الف) یزید کے دادا کا مختصر تعارف

یزید کا دادا ابوسفیان ہے جس کا اصل نام "صخر" اور اس کے باپ کا نام "حرب بن امیہ"

اور ماں کا نام ''صفیہ'' ہے۔ ابوسفیان کی بہن ''ام جمیل'' ہے جو ابولہب کی بیوی اور قرآنی تعبیر کے مطابق حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ہے۔[1]

ابوسفیان عام الفیل سے تقریباً دس سال پہلے پیدا ہوا، اور اس کا شمار عرب کے بزرگوں اور قریش کے سرداروں میں سے ہوتا تھا۔

ابوسفیان، اسلام لانے سے پہلے رسول خداؐ کے سر سخت اور دشمنوں میں سے تھا، اُس نے اسلام و مسلمین کی مخالفت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی اور ہمیشہ کفار و مشرکین کا مددگار بنا رہا، اُس نے اسلام کی ابتدائی جنگوں میں سے ہر جنگ میں کفار و مشرکین کا ساتھ دیا۔

اسلام کی پہلی جنگ ''بدر'' میں کفارِ قریش کا لشکر، ابوسفیان ہی کی دعوت پر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے مدینہ کی طرف آیا اور پھر رسول خداؐ کے ساتھ جنگ کی۔[2] اس جنگ میں ابوسفیان کا ایک بیٹا ''حنظلہ'' لشکر اسلام کے ہاتھوں قتل، اور دوسرا بیٹا ''عمرو'' اسیر ہو گیا۔

ہجرت کے تیسرے سال ابوسفیان اور اس کی بیوی ہندہ ہی نے مسلمانوں کے خلاف ''جنگ احد'' کی آگ بھڑکائی جس میں حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے۔[3]

ہجرت کے پانچویں سال جنگ احزاب (جنگ خندق) واقع ہوئی، جس میں ابوسفیان نے لشکر اسلام کو نابود کرنے کیلئے ایک اہم حربہ اپنایا۔ اُس نے جنگ سے پہلے مشرکوں، یہودیوں اور نصاریٰ کے مختلف قبائل کو اکٹھا کیا تاکہ سب کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابلے میں ایک طاقتور لشکر کے ساتھ آئے اور رسول خداؐ اور اسلام و مسلمین کا خاتمہ کر دے۔

سیدہ زینبؑ نے ابوسفیان کی اسی سیاہ کاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وَجَمَعَ الْأَحْزَابَ ''اور اُس نے (رسول خداؐ کے ساتھ جنگ کے لئے) مختلف گروہوں کو جمع

---

[1]: سورہ اللہب (۱۱۱): آیت ۴.
[2]: احمد بن ابی یعقوب (تاریخ یعقوبی): ج۲ص۴۵، ط اول ۱۴۱۴ھ، منشورات شریف رضی.
[3]: احمد بن ابی یعقوب (تاریخ یعقوبی): ج۲ص۵۰.

کیا"۔

اس بات میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یزید کا دادا ابوسفیان تمام کفار ومشرکین میں سے رسول خداﷺ کا سر سخت ترین دشمن تھا، جب رسول خداﷺ مدینہ میں تھے تو مکہ میں ابوسفیان لوگوں کو آپﷺ کے خلاف مسلسل بھڑکاتا رہا۔

چونکہ ابتدائے اسلام میں رسول خداﷺ کے ساتھ کفار ومشرکین کی تمام جنگوں اور خاص طور پر جنگ احزاب میں ابوسفیان نے کلیدی کردار ادا کیا اسی لئے سیدہ زینبؑ نے یزید کے بھرے دربار میں اس کے دادا کی سیاہ کاریاں بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَنَصَبَ الْحَرْبَ لِسَيِّدِ الْأَنْبِيَاء ؛اور اُس نے سید الانبیاءﷺ کے ساتھ جنگ کی۔

اور چونکہ ابوسفیان، رسول خداﷺ کے ساتھ اپنی دشمنی کا کھلم کھلا اظہار بھی کرتا تھا اسی لئے سیدہ زینبؑ نے یزید کے سامنے اُس کے دادا کی رسول خداﷺ کے ساتھ کھلی دشمنی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: شَهَرَ الْحِرَابَ وهَزَّ السُّيوفَ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللهﷺ ؛اُس نے سامان جنگ فراہم کیا اور رسول خداﷺ پر تلواریں کھینچیں۔

ہجرت کے آٹھویں سال فتح مکہ کے وقت جب ابوسفیان اور اس کی بیوی ہند نے دیکھا کہ اُن کے لئے رسول خداﷺ کی دشمنی کے راستہ پر باقی رہنا ممکن نہیں ہے بلکہ اِس طرح اُن کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہے تو ابوسفیان نے عباس بن عبد المطلب کے واسطہ سے رسول خداﷺ کے پاس آکر ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا اور پھر اسی طرح زندگی گزاری۔ ابوسفیان نے جب لشکرِ اسلام کی عظمت کو نزدیک سے دیکھا تو اہل مکہ کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا مشورہ دینے لگا اور پھر "جنگ حنین" اور "غزوہ طائف" میں لشکر اسلام کے ساتھ رہا۔

تاریخ میں اس بات کے متعدد شواہد ملتے ہیں کہ یزید کے دادا نے صرف ظاہری طور پر اسلام قبول کیا تھا۔ چنانچہ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب خلیفہ سوم نے خلافت کا منصب سنبھالا اور گھر واپس لوٹے جہاں سب بنی امیہ جمع تھے تو پھر دروازہ بند ہو جانے کے بعد ابوسفیان

نے بلند آواز سے پوچھا: یہاں بنی امیہ کے علاوہ کوئی اور تو موجود نہیں ہے؟ سب نے کہا: نہیں؛ ابوسفیان نے کہا: اے بنو امیہ، اب قدرت تمہارے ہاتھوں میں آچکی ہے لہٰذا اب اسے گیند کی طرح ایک دوسرے کے حوالے کرو، یہ وہ چیز ہے کہ جس کی ابوسفیان قسم کھا کر کہتا ہے کہ نہ عذاب و حساب ہے، نہ جنت و دوزخ ہے اور نہ ہی مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا اور کوئی قیامت بھی نہیں ہے۔۔۔[1]

شاید ابوسفیان کا یہی وہ نظریہ تھا جس سے اللہ تعالی نے اپنے رسولؐ کو خواب کے ذریعہ آگاہ فرمایا، جیسا کہ مفسرین نے سورہ اسراء کی آیت مبارکہ ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ﴾ ''...اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھلایا ہے وہ صرف لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ہے جس طرح کہ قرآن میں شجرہ ملعونہ بھی ایسا ہی ہے''[2] کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ رسول خداؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے منبر پر کچھ بندر چڑھ اور اتر رہے ہیں، آپؐ بہت غمگین ہوگئے یہاں تک کچھ عرصہ تک

---

۱. قال الشعبي: فَلَمّا دَخَلَ عُثْمَانُ رَحلهُ دَخَلَ إِلَيْهِ بَنُو أَمَيَّة حتّى امْتَلَاتَ بِهِمُ الدَارَ، ثُمَّ أغْلَقُوْهَا عَلَيْهِمْ، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ بن حَرْب: أَعِنْدَكُمْ أحَدٌ مُنْ غَيْرِكُمْ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: يَا بَنِيْ أَمَيَّةَ، تَلَقَّفُوْهَا تَلَقُّفَ الْكُرَةِ، فَوَالَّذِيْ يَحْلِفُ بِهِ أَبُو سُفْيَانَ، مَا مِنْ عَذَابٍ وَلا حِسابٍ، وَلا جَنَّةٍ وَلا نَارٍ، وَلا بَعْثٍ وَلا قيامَةَ!... (شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید): ج۹ص۵۳؛ ج۱۵ص۷۵)، اسی روایت کی طرف تاریخ طبری میں بھی اشارہ ہوا ہے، رجوع کریں: (تاریخ طبری: ج۱۰ص۵۸)؛ نیز مشہور مؤرخ بلاذری[(متوفی ۲۷۹)] نے نقل کیا ہے: عَنْ ابْن سِيرِينَ، قَالَ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ حِينَ قُبِضَ رَسُولُ اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَلَقَّفُوهَا الآنَ تَلَقُّفَ الْكُرَةِ فَمَا مِنْ جَنَّةٍ وَلا نَارٍ؛ ابن سیرین نے بیان کیا ہے: جب رسول خداؐ کی رحلت ہوئی تو ابوسفیان نے کہا: اب قدرت و خلافت کو گیند کی طرح ایک دوسرے کے حوالے کرو، چونکہ نہ کوئی جنت ہے اور نہ ہی جہنم'' (انساب الاشراف (بلاذری): ج۵ص۱۳، تحقیق زکار زرکلی، ط اول ۱۴۱۷ھ، دار الفکر بیروت).

۲. (سورہ اسراء (۱۷): آیت ۶۰).

کسی نے آپ ﷺ کو مسکراتے ہوئے بھی نہ دیکھا۔[۱]

اس روایت کی تفسیر بنی امیہ سے کی گئی ہے جو ایک طویل عرصہ تک یکے بعد دیگرے رسول خدا ﷺ کی جگہ پر بیٹھے[۲]؛ اور اُن میں سے بعض فتنہ و فساد میں اس حد تک بڑھے کہ واقعہ کربلا میں آل رسول علیہم السلام کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کر لیا۔

اس بنا پر مذکورہ آیت مبارکہ میں شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ قرار پائیں گے جیسا کہ بعض شیعہ و اہل سنت مفسرین نے بھی بیان کیا ہے[۳]، البتہ بنی امیہ میں سے جس نے سب سے زیادہ سرکشی کی اور کربلا کے واقعہ کا سبب بنا وہ یزید بن معاویہ ہے۔

یزید کے دادا کی اسلام و مسلمین کے ساتھ سرسخت دشمنی

عصر نبوت میں خدا کی توحید اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے انکار کے لحاظ سے سب کفار و مشرکین برابر نہیں تھے بلکہ اُن میں مختلف درجات کے افراد پائے جاتے تھے، بعض لوگ بالکل کافر تھے جبکہ بعض خدا کی توحید اور آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے تھے لیکن لجاجت و ہٹ دھرمی کی بنا پر، یا خاندانی و معاشرتی ماحول کے پیش نظر کفر پر باقی تھے اور کچھ لوگ شک و تردید میں مبتلا تھے۔

اسی طرح کچھ مشرکین مخفی طور پر رسول خدا ﷺ کے خلاف سازشیں کرتے اور کچھ کھلم کھلا اپنی دشمنی کا اظہار کرتے تھے جبکہ کچھ ایسے افراد بھی تھے جو اگرچہ خدا و رسول ﷺ کے منکر تھے لیکن اسلام و مسلمین کے خلاف کسی بھی سازش میں شریک نہیں ہوتے تھے۔

---

۱. مجمع البیان (طبرسی): ج۶ ص ۶۵۴، ط سوم ۱۳۷۲ شمسی، انتشارات ناصر خسرو تہران؛ مفاتیح الغیب (فخر رازی): ج۲۰ ص ۳۶۰ و ۳۶۱، ط سوم ۱۴۲۰ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت؛ الجامع لاحکام القرآن (قرطبی): ج۱۱ ص ۲۸۲ و ۲۸۳، ط اول ۱۳۶۴ شمسی، انتشارات ناصر خسرو تہران.

۲. مجمع البیان (طبرسی): ج۶ ص ۶۵۴؛ مفاتیح الغیب (فخر رازی): ج۲۰ ص ۳۶۱.

۳. رجوع کریں: مفاتیح الغیب (فخر رازی): ج۲۰ ص ۳۶۱.

البتہ تمام کفار میں سے سب سے زیادہ اسلام دشمن شخص یزید کا دادا تھا، اسی لئے سیدہ زینبؑ نے یزید کے بھرے دربار میں اس کے دادا کی اسی بدترین صفت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: أَشَدُّ الْعَرَبِ لله جُحُوداً و... ''پورے عرب میں اُس سے بڑھ کر خدا کا انکار کرنے والا کوئی نہیں تھا اور وہی سب سے بڑھ کر رسول خداؐ کا منکر اور آپؐ کا دشمن تھا'' لہٰذا ایسے اسلام دشمن شخص کی اولاد سے اسلام دشمنی کے علاوہ اور کیا توقع کی جا سکتی ہے؟!۔

ب) یزید کی دادی کا مختصر تعارف

یزید کی دادی کا نام ھند تھا جو کہ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی، ''ھند'' تاریخ کا وہ بدترین کردار ہے کہ جس کے متعلق تاریخ اسلام میں بہت سے دردناک اور ناقابلِ فراموش واقعات محفوظ ہیں؛ وہ اسلام اور رسول خداؐ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھی جو پیغمبر اکرمؐ کے اعلانِ رسالت کے بعد مکہ میں ہمیشہ لوگوں کو آپؐ کے خلاف بھڑکاتی رہتی تھی۔

جنگ بدر میں ھند کا باپ عتبہ، اُس کا بھائی شیبہ اور اُس کا بیٹا حنظلہ لشکرِ اسلام کے ہاتھوں قتل ہو گئے اسی لئے ھند کا دل رسول خداؐ، حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؑ کے کینہ سے لبریز ہو گیا اور اُس نے رسول خدا سے انتقام لینے کی قسم کھائی۔

چنانچہ ھند نے جنگ احد میں مکہ کی دوسری مشرک عورتوں کے ساتھ مل کر شرکت کی اور اشعار پڑھنے کے ذریعہ مشرکین کو لشکر اسلام کے ساتھ جنگ کرنے پر ابھارتی تھی۔ اُس نے اپنے ایک غلام (جبیر بن مطعم وحشی) کو پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؑ میں سے کسی ایک کے قتل کی ذمہ داری سونپی اور پھر وحشی نے موقع پا کر حضرت حمزہؑ کو شہید کر دیا تو ھند نے آپ کا سینہ چاک کیا اور آپ کا جگر نکال کر چبا کر پھینک دیا، اسی بنا پر اُسے تاریخ میں آكِلَةُ الأَكْبَاد ''جگر چبانے والی عورت'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔۔

چنانچہ سیدہ زینبؑ نے یزید کے سامنے اُس کی دادی کی سیاہ کاریاں بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے یزید تو بھی اُسی کینہ پرور اور اسلام دشمن خاتون کا پوتا ہے جس نے جنگ احد میں

رسول خداﷺ کے چچا اور آپﷺ کے لشکر کے سردار سید الشہداء حضرت حمزہؑ کا جگر اپنے دانتوں سے چبا کر پھینک دیا تھا، لہٰذا اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ بنی امیہ کی ناپاک نسل کے بدترین شخص یزید نے اولادِ رسولﷺ پر اتنے ظلم وستم کیے اور ایسے جرائم کا مرتکب ہوا کہ جن کی سابقہ زمانہ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ہجرت کے آٹھویں سال فتح مکہ کے وقت اگرچہ ''ہند'' اپنے شوہر ''ابوسفیان'' کے ساتھ پیغمبر اسلامﷺ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئی اور ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا لیکن اس کی بیعت کے ماجرا اور اس کے کردار سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے کے باوجود اپنے سابقہ عقائد و نظریات کی ہی وفادار تھی لہٰذا سیدہ زینبؑ بقول ایسے خاندان سے سانحہ کربلا کے علاوہ اور کوئی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔

أَلَا إِنَّهَا نَتِيجَةُ خِلَالِ الْكُفْرِ، وَصِبٌّ [ضِبٌّ] يُجَرْجِرُ فِي الصَّدْرِ لِقَتْلَى يَوْمِ بَدْرٍ

معانی: ''أَلا'' حرف تنبیہ ہے جو مخاطب کو متوجہ کرنے اور کسی بات کی تاکید کیلئے استعمال ہوتا ہے؛ ''نَتِيْجَة'' عاقبت اور انجام کے معنی میں ہے؛ ''خِلَال'' خَلّة کی جمع، صفت، خصلت اور عادت کے معنی میں ہے؛ اور اگر یہ خِلّة کی جمع ہو تو دوستی کے معنی میں ہے، اور دانتوں میں پھنسے ہوئے خوراک کے ریزوں کو بھی خلال کہتے ہیں؛ ''ضِبّ'' یعنی دل میں چھپا ہوا کینہ اور دشمنی؛ ''جَرْجَرَ البَعِيْرُ'' اُس وقت استعمال ہوتا ہے جب اونٹ اپنی آواز کو گلے کی تہہ میں پھیرائے، نیز سختی اور فشار سے کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: خبردار! یہ سب، کفر کے نفوذ اور جنگ بدر کے دن قتل ہونے والے مشرکوں کے سبب تمہارے سینوں کو فشار دینے والے کینہ کا نتیجہ ہے۔

تشریح

واقعہ کربلا کے دو اہم سبب

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس جملہ میں واقعہ کربلا کے دو اہم سبب بیان فرمائے ہیں:

۱۔ یزید اور اس کے اسلاف کا پوشیدہ کفر

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت زینبؑ نے اپنی زندگی کے مختلف مرحلوں میں اسلامی معاشرہ میں رونما ہونے والی طرح طرح کی تبدیلیاں بہت قریب سے دیکھی تھیں، اور خاص طور پر یزید کے اسلاف کے کردار سے اچھی طرح واقف تھیں، لہٰذا آپؑ نے اپنے خطبہ کے اس جملہ میں یزید اور اُس کے اسلاف کے دلوں میں چھپے ہوئے کفر کو واقعہ کربلا کا پہلا سبب قرار دیتے ہوئے یہ نکتہ واضح فرمایا کہ واقعہ کربلا اور امام حسینؑ کی شہادت کا اصل سبب "یزید کی بیعت سے انکار" نہیں تھا بلکہ واقعہ کربلا حقیقت میں یزید کے کفر والحاد کا نتیجہ تھا، یہی وجہ تھی کہ اُس نے صرف امام حسینؑ کے قتل پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آپؑ کے اہل حرم کی اسیری کا بھی حکم دیا اور پھر دوسرے بہت سے ظلم و ستم کیے جن کا اصل سبب اس کی بری فطرت میں پوشیدہ کفر و شرک تھا جو اُسے اپنے اسلاف سے وراثت میں ملا تھا۔

البتہ واضح ہے کہ یزید کی اہل بیتؑ سے دشمنی ہی اُس کے کفر کی بہترین دلیل ہے کیونکہ ہر مسلمان اچھی طرح جانتا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے اہل بیتؑ سے محبت رکھنا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) کا کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم میرے

اقربا (اہلِ بیت علیہم السلام) سے محبت کرو۔[1]

اس بنا پر کوئی بھی حقیقی مسلمان اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی نہیں رکھ سکتا، جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جس شخص نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن یہودی اٹھائے گا، راوی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ! اگرچہ وہ نماز، روزہ کا پابند ہو؟! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: (ہاں) اگرچہ وہ روزہ و نماز کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور خود کو مسلمان تصور کرتا ہو۔[2]

اسی نکتہ کے پیش نظر اہل سنت کے امام شافعی کا شعر مشہور ہے، جس میں انہوں نے کہا:

یااَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ ... فَرَضٌ مِنَ اللّٰهِ فِي الْقُرآنِ اَنْزَلَهُ

كَفَاكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اِنَّكُمْ ... مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَاصَلوٰةَ لَهُ

"اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اہلِ بیت! آپ کی محبت اللہ تعالی کی جانب سے قرآن مجید میں فرض قرار دی گئی ہے، آپ کی قدر و منزلت کیلئے یہی کافی ہے کہ جو آپ پر درود نہ پڑھے، اُس کی نماز نہیں ہوتی"۔[3]

---

۱. سورہ شوری (۴۲) آیت ۲۳.

۲. عن جابر بن عبد الله قال: خَطَبَنَا رَسُولُ الله صلى الله عليه وآله وسلم فسمِعْتُهُ وهو يَقول: أَيَّهَا النَّاسُ، مَنْ أَبْغَضَنَا أَهْلَ البَيْتِ حَشَرَهُ الله يَوْمَ القيامة يهوديًّا، فقلت: يا رسول الله، وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى قَال: وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ: الامالی (شیخ صدوق): ص۴۱۲، ط اول ۱۴۱۷ھ، موسسہ البعثہ قم؛ میزان الاعتدال (ذہبی): ج۳ ص۱۷۱، تحقیق البجاوی، ط اول ۱۳۸۲ھ، دار المعرفہ بیروت؛ مجمع الزوائد (ہیثمی): ج۹ ص۱۷۲، ط ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء، دار الکتب العلمیہ بیروت.

۳. ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی): ج۲ ص۴۳۴، تحقیق جمال اشرف، ط اول ۱۴۱۶ھ، دار الاسوہ؛ سبل الھدی (صالحہ شامی): ج۱۱ص۱۱، تحقیق عادل احمد، ط اول ۱۴۱۴ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت.

ب) جنگ بدر کا کینہ

سیدہ زینبؑ نے یزید کی آل محمدؑ سے دشمنی اور واقعہ کربلا کا دوسرا سبب بیان کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ یزید کی طرف سے ہم پر ڈھائے جانے والے یہ سب ظلم وستم دراصل جنگ بدر میں لشکر اسلام اور خاص طور پر حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہونے والے بنی امیہ کے کافر ومشرک سرداروں کے بغض وکینہ کا نتیجہ ہے۔

پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے کہ جنگ بدر میں رسول خداؐ کے لشکر اور خاص طور پر حضرت علیؑ کے ہاتھوں بنی امیہ کے بہت سے بڑے بڑے کافر ومشرک سردار قتل ہوئے جن میں یزید کی دادی کا باپ، بھائی اور بیٹا (یزید کا چچا) بھی شامل ہیں۔

اسی لئے یزید کے دل میں آل محمدؑ کی دشمنی اور کینہ موجود تھا اور وہ چاہتا تھا کہ جنگ بدر میں لشکر اسلام کے ہاتھوں قتل ہونے والے اپنے کافر ومشرک بزرگوں کا بدلہ لے۔ چنانچہ اُس نے واقعہ کربلا کے بعد سب کے سامنے اشعار پڑھتے ہوئے واقعہ کربلا کو جنگ بدر کا بدلہ قرار دیا۔[1]

جنگ بدر کی مختصر تاریخ

جنگ بدر ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری کو جمعہ کے دن واقع ہوئی، ''بدر'' کا مقام مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے پرانے راستے پر تقریباً ۸۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے، اس مقام پر ایک کنواں تھا، جس کے مالک کا نام بدر بن عامر تھا، جس کی وجہ سے اس کنویں کا اور پھر اس جگہ کا نام بدر مشہور ہوا، اس جنگ میں لشکر اسلام کے قائدین میں سے رسول خداؐ، حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؓ تھے جبکہ کفار کے لشکر کے قائدین ابوجہل اور ابوسفیان تھے۔

مؤرخین کے مطابق اس جنگ کا ایک اہم سبب یہ تھا کہ کفار قریش نے طواف کعبہ کے لئے

---

۱. ان اشعار کا ذکر بعد والے صفحات میں تفصیل کے ساتھ کیا جائے گا.

آنے والے بعض مسلمانوں کو روکا تو رسول خداﷺ نے کفار مکہ کو اس پابندی کے ہٹانے پر مجبور کرنے کے لئے اُن کا تجارتی راستہ (یعنی شام کا راستہ) روکنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ جب کفارِ قریش کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سربراہی میں شام سے واپس آرہا تھا تو رسول خداﷺ اتوار کے روز ۱۲ رمضان سنہ ۲ ہجری کو ۳۱۳ مسلمانوں کے ہمراہ (جن میں ۸۱ مہاجرین اور ۲۳۱ انصار شامل تھے) ابوسفیان کے قافلہ کے تعاقب میں نکلے، دفیران کے مقام پر آپ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان اپنے قافلہ کی حفاظت کی خاطر راستہ بدل کر مکہ کی طرف جا چکا ہے اور مکہ سے کفار قریش کا ایک بہت بڑا لشکر جس کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی، ہر طرح کے جنگی ساز و سامان سے لیس ہو کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بدر کی جانب روانہ ہو چکا ہے۔

رسول اکرمﷺ نے یہ خبر اصحاب کو دی اور ان سے مشورہ کیا کہ اب تجارتی قافلے کو روکا جائے یا کفار مکہ کے مسلح لشکر کا مقابلہ کیا جائے، متفقہ طور پر فیصلہ ہوا کہ اس مختصر سپاہ کے ساتھ ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے، چنانچہ رسول خداﷺ اپنے مختصر سے لشکر کو لے کر کفار کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے بدر کی جانب روانہ ہو گئے جبکہ اسوقت آپ کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔

۱۷ رمضان کو دونوں لشکر کے سپاہیوں میں بدر کے کنوئیں کے پاس آمنا سامنا ہوا، لشکرِ کفار نے جنگ کا آغاز کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے تین دلاور عتبہ، شیبہ اور ولید کو میدان میں بھیجا جو حضرت علیؑ، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے۔

سپاہ اسلام نے پروردگار کی غیبی امداد، پیغمبر اکرمﷺ کی دانشمندانہ سپہ سالاری اور اپنے بارے میں جہاد سے متعلق آیات سن کر پہلے تو دشمن کے ابتدائی حملوں کا دفاع کیا، اس کے بعد دشمن کی صفوں میں گھس کر ایسی سخت یلغار کی کہ کفار کی صفیں درھم برھم ہو گئیں، اور بہت سے کفار بالخصوص قریش کے فرعون یعنی ابوجہل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

دشمن کا لشکر جو نو سو پچاس (۹۵۰) سپاہیوں پر مشتمل اور ہر طرح کے جنگی ساز وسامان کے ساتھ لیس تھا لیکن لشکرِ اسلام کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا، چنانچہ کفار ومشرکین نے کثیر جانی و مالی (ستر (۷۰) مقتول اور ستر قیدی کا) نقصان برداشت کرنے کے بعد راہ فرار اختیار کرنے میں اپنی عافیت سمجھی؛ ان مقتولوں میں سے بنی امیہ کے بہت سے کافر ومشرک بزرگ، مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی تلوار سے مرے جن میں سے عُتبہ بن ربیعہ اور ولید بن شیبہ وغیرہ بھی شامل تھے جن کے بارے میں یزید نے یہ آرزو کی کہ کاش یہ سب موجود ہوتے اور میری کامیابی کو دیکھتے کہ میں نے اُن کا بدلہ لے لیا ہے، اس جنگ میں سپاہ اسلام میں سے صرف چودہ (۱۴) افراد نے جام شہادت نوش کیا۔

اللہ تعالی نے اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح کے سلسلہ میں اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ اور بے شک اللہ نے مقام بدر میں تمہاری مدد کی حالانکہ تم بے سروسامان تھے، پس اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔[1]

چونکہ اس جنگ میں لشکر اسلام اور خاص طور پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں بنی امیہ کے بہت سے کافر ومشرک سردار قتل ہوئے تھے، لہٰذا بنی امیہ کی ناپاک اولاد کے دل آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی دشمنی اور کینہ سے لبریز ہو گئے، یہی وجہ ہے کہ سیدہ زینب علیہا السلام نے واقعہ کربلا کے نتیجہ میں آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم کو یزید کے دل میں جنگ بدر کے کینہ کا نتیجہ قرار دیا۔

---

۱. سورہ آل عمران (۳) آیت ۱۲۳.

فَلَا يَسْتَبْطِءُ فِي بُغْضِنَا أَهْلَ الْبَيْتِ مَنْ كَانَ نَظَرُهُ إِلَيْنَا شَنَفاً [وَشَنْآناً]، وَأَحَناً وَأَضْغَاناً [ضَغَناً]

معانی: ''اِسْتَبْطَءَ''یعنی سستی دکھانے کی کوشش کرنا؛ ''شَنَف، شَنْآن، أحَن، أضَغَان''یہ تمام الفاظ تقریباایک ہی معنی''یعنی شدید کینہ اور دشمنی''کو بیان کرتے ہیں۔

ترجمہ: پس ایسا شخص ہم اہل بیتؑ کے ساتھ دشمنی کرنے میں کیونکر کوتاہی کرے گا جو ہمیشہ شدید کینہ اور بغض وعداوت کی نگاہ سے ہماری طرف دیکھتا ہو۔

تشریح

اہل بیت ؑ کی دشمنی چھپائی نہیں جاسکتی

سیدہ زینبؑ کے خطبہ کے اِس جملہ سے اِس اہم نکتہ کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ جس شخص کے دل میں بھی اہل بیتؑ کا بغض، کینہ اور دشمنی پائی جائے وہ یقینا ایسے کام کرے گا جن سے واضح ہو جائے گا کہ اُس کے دل میں خاندانِ رسولؐ کی دشمنی موجود ہے، یعنی اپنے دل میں اہل بیتؑ کی دشمنی رکھنے والے کسی بھی شخص کیلئے ممکن نہیں ہے کہ وہ اس دشمنی کو چھپاسکے بلکہ اُس کے دل میں موجود دشمنی ہی اُسے مجبور کرتی ہے کہ وہ اس کے اظہار کیلئے جلدی کرے۔

یزید کی آل محمدؑ کے ساتھ سرسخت دشمنی

سیدہ زینبؑ نے اپنے اس جملہ کا مخاطب یزید بن معاویہ کو قرار دیا، اور یہ واضح فرمایا کہ یزید، اہل بیتؑ کا سرسخت دشمن ہے۔

اس حقیقت میں ذرہ برابر شک نہیں ہے کہ دل میں اہل بیتؑ سے بغض وکینہ اور آل رسولؑ کی دشمنی کا نتیجہ جہنم کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، بلکہ ایسے شخص کا کوئی نیک عمل بھی

قبول نہیں ہو گا جیسا کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر کوئی شخص رکن اور مقام (یعنی خانہ کعبہ کی دیوار کے پاس حجر اسود اور مقامِ ابراہیمؑ) کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور پھر مر جائے لیکن وہ اہل بیتؑ سے بغض رکھنے والا ہو تو وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔[1]

اسی طرح معروف اہل سنت مفسر زمخشری نے اپنی کتاب الکشاف میں اہل بیتؑ کی محبت اور اُن کے ساتھ بغض و عداوت سے متعلق حدیث نقل کی ہے جس کا اقتباس فخر رازی اور قرطبی نے بھی سورہ شوری کی تفسیر میں نقل کیا ہے، اس حدیث میں رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص آل محمدؑ کی محبت کے ساتھ مرا وہ شہید ہے... اور خبردار! جو شخص آل محمدؑ سے بغض اور دشمنی پر مرا وہ کفر کی حالت میں مرا، خبردار! جو شخص آل محمدؑ سے بغض اور دشمنی پر مرا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا''۔[2]

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس جملہ میں خود یزید اور اُس کے ہمنواؤں کے سامنے واضح کیا کہ وہ آل محمدؑ کا سرسخت دشمن اور اہل بیتؑ سے بغض و کینہ رکھنے والا ہے۔ اس طرح گویا آپؑ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یزید بن معاویہ کے جہنمی ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ رسول خداؐ کے اہل بیتؑ کا دشمن ہے اور پیغمبر اکرمؐ کی مذکورہ احادیث کے مطابق آپؐ کے اہل بیتؑ سے دشمنی رکھنے والے کا

---

۱. عن عبد الله بن عبّاس: أنّ رسول اللهؐ قال:... لَوْ أَنَّ رَجُلًا صَفَنَ بَيْنَ الرُّكْنِ وَ الْمَقَامِ، وَصَلَّى وَصَامَ ثُمَّ مَاتَ وَهُوَ مُبْغِضٌ لأهل بَيْتِ مُحَمَّدٍؐ دَخَلَ النَّارَ؛ معجم کبیر (طبرانی): ج۱۱ ص۱۴۲، ط دوم دار احیاء التراث العربی؛ مستدرک (حاکم): ج۳ ص۱۴۸، تحقیق یوسف عبدالرحمٰن.

۲. مَنْ مَاتَ عَلى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيْدًا،...، اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا، اَلا وَ مَنْ مَاتَ عَلى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشُمُّ رَائِحَةَ الْجَنَّةَ (الکشاف (محمود زمخشری): ج۴ ص۲۲۱، ط ۱۴۰۷ھ، دار الکتاب العربی؛ تفسیر مفاتیح الغیب (فخر رازی): ج۲۷ ص۵۹۵؛ الجامع لاحکام القرآن (قرطبی): ج۱۶ ص۲۳).

انجام یقینی طور پر جہنم ہے۔

يُظْهِرُ كُفْرَهُ بِرَسُولِهِ، وَ يُفْصِحُ ذَلِكَ بِلِسَانِه، وَهُوَ يَقُولُ فَرِحاً بِقَتْلِ وُلْدِهِ، وَسَبْيِ ذُرِّيَّتِهِ، غَيْرَ مُتَحَوِّبٍ وَلَا مُسْتَعْظِمٍ، [يَهْتِفُ بِأشْيَاخِهِ]:

لَأَهَلُّوا وَ اسْتَهَلُّوا فَرَحاً   وَ لَقَالُوا يَا يَزِيدُ لَا تُشَلَّ

معانی: ''يُظْهِرُ'' یعنی وہ ظاہر کرتا ہے، واضح کرتا ہے؛ ''يُفْصِحُ'' یعنی وہ اپنے دل کی بات زبان پر لاتا ہے، فصاحت کے ساتھ بولتا ہے؛ ''تَحَوَّبَ'' یعنی اُس نے گناہ سے توبہ کی اور پلٹ گیا، یہی لفظ درد کے اظہار کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے؛ ''غَيْرَ مُتَحَوِّب'' یعنی اپنے گناہ کا احساس کئے بغیر؛ ''مُسْتَعْظِمٍ'' یعنی کسی کام کو بڑا سمجھنے والا۔

ترجمہ: وہ (یزید) جو رسول خداﷺ کے انکار پر مبنی اپنے کفر کا کھلم کھلا اظہار کر رہا ہے اور اپنی زبان سے اپنے کفر کو واضح طور سے بیان کر رہا ہے، اور وہ رسول خداﷺ کی اولاد کے قتل اور آپﷺ کی ذریت کی اسیری پر خوش ہوتے ہوئے، اپنے آپ کو گناہکار سمجھنے اور اتنے بڑے گناہ کا احساس کرنے کی بجائے (اپنے آباواجداد کو چیخ چیخ کر بلاتے ہوئے) کہہ رہا ہے: ''میرے آباواجداد ہوتے تو یقیناخوشی سے پھولے نہ سماتے اور دوسروں سے بھی خوشی منانے کا تقاضا کرتے ہوئے (مجھے شاباش دیتے اور) کہتے کہ اے یزید تمہارے ہاتھ سلامت رہیں''۔

تشریح

یزید کے کفر آمیز اشعار

واقعہ کربلا کے بعد جب سیدہ زینبؑ سمیت اہل بیتؑ کے دوسرے تمام اسیروں کو یزید کے دربار میں لایا گیا اور سیدہؑ نے رسول خداﷺ کا نام لے کر امام حسینؑ کا ماتم کرنا شروع کیا تو دربار میں بیٹھے ہوئے لوگ حیرت سے یزید کی طرف دیکھنے لگے۔ جب یزید اس

بات کی طرف متوجہ ہوا اور اُسے اپنی بدنامی کا احساس ہونے لگا تو اُس نے لوگوں کی توجہ ہٹانے کیلئے خیزران کی ایک چھڑی اٹھائی اور امام حسین علیہ السلام کے لب و دندان مبارک پر مارتے ہوئے یہ اشعار پڑھنے لگا:

لَيْتَ أَشْيَاخِيْ بِبَدر شَهِدُوْا جَزَعَ الخَزْرَجِ مِن وَقعِ الأَسَلْ

وَأَهَلُّوْا وَاسْتَهَلُّوْا فَرَحاً ثُمَّ قَالُوْا يَا يَزِيْدُ لَاتُشَلْ

قَدْ قَتَلْنَا القَومَ مِنْ سَادَاتِهِمْ وَعَدَلْنَاهُ بِبَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

لَعِبَتْ هاشَمُ بِالْمُلْكِ فَلاَ خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْيٌ نَزَلْ

لَسْتُ مِنْ خِنْدِفَ اِنْ لَمْ أَنْتَقِمْ مِنْ بَنِيْ أَحْمَدَ مَا كَانَ فَعَلْ

"کاش جنگ بدر میں (مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے) میرے آباواجداد ہوتے اور دیکھتے، اور نیزوں پر سے خزرج کی فریاد سنتے، تو وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے اور دوسروں سے بھی خوشی منانے کا تقاضا کرتے ہوئے (مجھے شاباش دیتے اور) کہتے: اے یزید تمہارے ہاتھ سلامت رہیں، ہم نے بنی ہاشم کے بزرگوں کو قتل کیا اور اسے جنگ بدر کا بدلہ قرار دیا، لہٰذا یہ بدلہ چکا دیا، بنی ہاشم (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ) نے حکومت کے ساتھ کھیل کھیلا تھا ورنہ (آسمان سے) نہ کوئی خبر آئی اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی، میں خندف[1] کی نسل سے نہیں ہوں اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی اولاد سے ان کے کیئے ہوئے (یعنی جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے کفار ومشرکین) کا انتقام نہ لوں"۔[2]

---

۱. یہ اشعار کہنے والے کے اجداد میں سے ایک کا لقب ہے.

۲. ان اشعار کو متعدد علماء و مؤرخین نے الفاظ میں معمولی اختلاف کے ساتھ اپنی کتب میں نقل کیا ہے، بعض کا کہنا ہے کہ یہ اشعار ابن زبعری کے ہیں جو مشرکین میں سے تھا اور اُس نے جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد یہ شعر کہے تھے اور پھر واقعہ کربلا کے بعد یزید نے یہی اشار دھرائے، رجوع کریں: الفتوح (ابن اعثم): ج۵ ص۱۲۹، ط اول ۱۴۱۱ھ، دارالاضواء بیروت؛ الاحتجاج (طبرسی): ج۲ ص۳۴؛ مناقب آل ابی طالب (ابن شہر آشوب): ج۳ ص۲۶۱، ط

چونکہ یزید کے ان اشعار سے اُس کے دل میں پوشیدہ کفر جھلک رہا تھا یہی وجہ ہے کہ سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ میں یزید اور اس کے درباریوں کے سامنے یزید کے انہی اشعار کو اُس کے کفر کی دلیل قرار دیا۔

پھر سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کے کفر امیز اشعار کا ایک مصرع بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ یزید اپنے برے اعمال اور ظلم وستم پر نادم اور پشیمان نہیں ہے کیونکہ وہ اتنے زیادہ ظلم وستم کے بعد بھی خوشی کے ساتھ کفر آمیز کلمات ادا کر رہا ہے، وہ اس بات پر خوشی محسوس کر رہا ہے کہ اُس نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو قتل کرکے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذریت طیبہ کو اسیر کر لیا ہے، یقینا ایسا شخص قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اسی لئے اپنے گناہوں پر پشیمان نہیں ہے۔

سیدہ زینب علیہا السلام کا یہ جملہ یزید کو قیامت تک کیلئے مجرم قرار دے رہا ہے جس کے بعد کبھی کوئی شخص یزید کو کربلا میں ہونے والے ظلم وستم سے بری قرار دینے کیلئے یہ بہانہ پیش نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے کئے پر پشیمان ہو گیا تھا یا اُس نے توبہ کر لی تھی یا اُسے قتل حسین علیہ السلام کی خبر ہی نہیں تھی اور ابن زیاد نے اُسے بتائے بغیر اپنی مرضی سے امام حسین علیہ السلام کو شہید کر ڈالا تھا۔

پس سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کے دربار میں بیٹھے اور اُسے خلیفۃ المسلمین سمجھنے والے لوگوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ یزید کا خلیفۃ المسلمین ہونا درکنار وہ حقیقت میں مسلمان بھی نہیں ہے کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کا خون نہ بہاتا اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو اسیر نہ کرتا، اس کے علاوہ یزید کے کفر کی واضح دلیل اُس کے مذکورہ اشعار ہیں، البتہ ان تمام حقائق کے باوجود یزید کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے کفر کا واضح طور پر اعتراف کرے کیونکہ اُس کی ثروت و کامرانی اور خلافت وحکمرانی اس بات سے وابستہ ہے کہ لوگ اُسے مسلمان

۱۳۷۶ھ، مطبعہ حیدریہ نجف؛ شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید): ج۱۵ص۱۷۸؛ البدایہ والنھایہ (ابن کثیر): ج۴ ص۵۵، ط۱۴۰۷ھ، دارالفکر بیروت؛ تاریخ الامم والملوک (طبری): ج۱۰ ص۶۰.

سمجھیں چنانچہ اگر وہ اپنے کفر کا کھلا اعلان کر دے تو مسلمانوں پر حکومت نہیں کر سکے گا، اسی لئے وہ اپنے کفر کو چھپا کر خود کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے۔

مُنْحَنِیاً [مُنْتَحِیاً] عَلَی ثَنَایَا أَبِي عَبْدِ اللهِؑ، وَکَانَ مُقَبَّلَ رَسُولِ اللهِﷺ، یَنْکُتُهَا بِمِخْصَرَتِهِ، قَدِ الْتَمَعَ السُّرُورُ بِوَجْهِهِ

معانی: ''ثَنَایَا'' یعنی سامنے کے دو اوپر اور دو نیچے کے چار دانت؛ ''مُقَبَّلَ'' یعنی بوسہ گاہ، جس جگہ بوسہ دیا جائے؛ ''النَکْت'' یعنی اس طرح مارنا کہ اثر باقی رہے؛ ''مِخْصَرَۃ'' چھڑی، عصا، اور بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک خاص چھڑی ہے جس کے ایک طرف تیر کی طرح لوہے کی تیز دھار نوک ہو؛ ''اِلْتَمَعَ'' یعنی چمک اٹھا، روشن ہو گیا۔

ترجمہ: وہ (یزید) اباعبداللہ امام حسینؑ کے دندان مبارک پر جھکے ہوئے اپنے ہاتھوں میں لی ہوئی چھڑی رسول خداﷺ کی بوسہ گاہ پر مارتا ہے جبکہ اس کے چہرے سے خوشی جھلک رہی ہے۔

تشریح

امام حسینؑ کے سر اقدس کے ساتھ یزید کی گستاخی

اس جملہ میں سیدہ زینبؑ نے سید الشھداءؑ کی ایک ایسی عظیم مصیبت بیان کی ہے کہ زبان و قلم جس کی تشریح و تفصیل بیان کرنے سے عاجز ہیں، خدا معلوم وہ درد بھرا منظر رسول زادیوں نے کیسے دیکھا ہو گا جب اُن کے سامنے یزید ملعون نے مظلوم کربلا کے اُن ہونٹوں اور دانتوں پر چھڑی ماری جو رسول خداﷺ کی بوسہ گاہ تھے؟! وہ امام حسینؑ کے سر اقدس کے ساتھ یہ گستاخی بھی کر رہا تھا اور وہ اشعار بھی گنگنا رہا تھا جو پہلے ذکر کئے گئے ہیں۔

علماء مقاتل نے بیان کیا ہے کہ یزید نے یہ گستاخی صرف ایک مرتبہ ہی نہیں کی بلکہ شراب

کے نشہ کی حالت میں بار بار سید الشھداء علیہ السلام کے لبوں اور دندان مبارک پر چھڑی مارتا رہا، اور وہ چھڑی بھی ایسی کہ جس کے ایک طرف تیر کی طرح لوہے کی تیز دھار نوک تھی جو مظلومِ کربلا علیہ السلام کے لبوں کو زخمی کر رہی تھی (أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ)۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر یزید کی خوشی

سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے اسی جملہ میں اس نکتہ کو بھی نہایت واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یزید بن معاویہ، امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر بہت خوش اور مسرور تھا، یہاں تک کہ خوشی کے آثار اُس کے چہرہ سے نمایاں ہو رہے تھے۔

واضح ہے کہ سیدہ زینب علیہا السلام کا یہ جملہ ایسے تمام افراد کے اقوال و بیانات کی ردّ ہے جو یزید کے دفاع میں اُس کی پشیمانی یا شہادتِ امام حسین علیہ السلام سے اُس کی بے خبری وغیرہ جیسی مختلف تاویلیں پیش کرتے ہیں۔

لَعَمْرِي لَقَدْ نَكَأْتَ الْقُرْحَةَ، وَ اسْتَأْصَلْتَ الشَّافَةَ، بِإِرَاقَتِكَ دَمَ سَيِّدِ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَ ابْنِ يَعْسُوبِ الْعَرَبِ، وَ شَمْسِ آلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

معانی: '' لَعَمْرِي '' یعنی میرے دین ومذہب کی قسم؛ '' نَكَأَ الْقُرْحَةَ '' یعنی اُس نے زخم کو مندمل ہونے سے پہلے چھیل دیا؛ ''اِسْتَأْصَلَ الشَّافَةَ'' یعنی اُس نے جڑیں کاٹ ڈالیں؛ ''أَرَاقَ الدَّم'' اُس نے خون بہایا۔

ترجمہ: میرے دین ومذہب کی قسم، یقینا تم نے جوانانِ جنت کے سردار، یعسوب الدین کے فرزند اور عبدالمطلب کی آل کے چشم وچراغ کا خون بہا کر مندمل زخم کو ہرا کر ڈالا ہے اور جڑیں کاٹ ڈالی ہیں۔

تشریح

سیدہ زینبؑ کا اپنے مصائب کو یاد کرنا

سیدہ زینبؑ مذکورہ جملہ کے ذریعہ دربارِ یزید میں سب کے سامنے اپنی مصیبت کو واضح کرنا چاہتی ہیں کہ یزید نے امام حسینؑ کو شہید کرکے ہمارے مندمل زخموں کو پھر سے تازہ کر دیا ہے، اس جملہ سے سیدہ زینبؑ نے اپنی سابقہ مصیبتوں کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ آپؑ وہ مظلومہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں ایک کے بعد دوسری بڑی مصیبت دیکھی، ابھی بچپن تھا کہ نانا رسول خداؐ کا غم اپنے دل پر لیا، کچھ عرصہ بعد اپنے گھر کے دروازے کو جلتا ہوا دیکھا، اپنے بابا علی مرتضیٰؑ کے گلے میں رسی بندھی دیکھی، اپنی مادر گرامی سیدہ فاطمہؑ کے زخمی پہلو کو دیکھا اور پھر بنتِ رسولؐ کی شہادت کا غم بھی برداشت کیا، اس کے بعد اپنے بابا علی مرتضیٰؑ کی شہادت پر صبر کیا، پھر اپنے بھائی حسنؑ کے جگر کے ٹکڑے دیکھے اور پھر کربلا میں ہونے والے ظلم وستم کو صبر وشکر کے ساتھ تحمل کیا، لیکن پھر جب دربارِ یزید میں امام حسینؑ کا سر مبارک یزید کے تخت کے سامنے رکھا گیا تو اہل بیتؑ کی قیدی خواتین میں سے سیدہ سکینہؑ اور حضرت ام کلثومؑ اپنے پاؤں کی انگلیوں پر کھڑی ہوئیں تاکہ دربار میں موجود لوگوں کے پیچھے سے اپنے بابا کا سر مبارک دیکھ سکیں لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ یزید اپنے ہاتھوں میں چھڑی لے کر سید الشہداءؑ کے لبوں سے گستاخی کر رہا ہے تو مخدرات عصمت گریہ کرنے لگیں اور روتے ہوئے سیدہ زینبؑ سے کہا: پھوپھی اماں: یزید ہمارے بابا کے منہ پر چھڑی مار رہا ہے، اُسے کہیں کہ یہ کام نہ کرے، اُس وقت سیدہ زینبؑ نے گریہ و ماتم شروع کیا، اور فرمایا: اے یزید! تم نے ہمارے غموں کو تازہ کر دیا اور ہمارے مندمل زخموں کو پھر سے ہرا کر دیا ہے، تم نے امام حسینؑ کا خون بہا کے گویا نبوت کے درخت کی جڑیں کاٹ ڈالی ہیں کیونکہ امام حسینؑ ہی کے بارے میں رسول خداؐ نے فرمایا تھا: حُسَیْنٌ مِنّيْ وَأَنَا مِنْ حُسَین ''حسین مجھ سے ہے اور میں

حسین سے ہوں"۔[۱]

امام حسینؑ کے بعض فضائل کا بیان

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس حصہ میں یزید کے بھرے دربار میں امام حسینؑ کے بعض فضائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حاضرین کو رسول خداﷺ کی اُس مشہور حدیث کی طرف متوجہ کیا جس میں آپﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ "حسن اور حسین، جوانانِ جنت کے سردار ہیں"۔[۲]

سیدہ زینبؑ نے مذکورہ جملہ میں ایک طرف امام حسینؑ کے فضائل ومناقب کی طرف اشارہ کیا اور دوسری طرف انہی فضائل کی بنا پر یزید کو بھی ملامت کی اور حاضرین کو متوجہ کیا کہ یزید نے کربلا میں کسی عام شخص پر تلوار نہیں چلائی بلکہ اُس نے جوانانِ جنت کے سردار کا خون بہایا ہے۔

امام حسینؑ کے پاکیزہ حسب ونسب کا تعارف

سیدہ زینبؑ نے امام حسینؑ کے پاک وپاکیزہ حسب ونسب کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا: یہ حسینؑ "یعسوب الدین" کا بیٹا ہے، علماء لغت نے بیان کیا ہے کہ "یعسوب" شہد کی اُس مکھی کو کہتے ہیں جو تمام مکھیوں کی ملکہ ہوتی ہے اور شہد کی تمام مکھیاں اُس کی تابع ہوتی ہیں[۳]۔

---

۱. فریقین کے درمیان مشہور احادیث میں سے ہے، رجوع کریں: مسند احمد (احمد بن حنبل): ج ۴ ص ۱۷۲، ط دار صادر بیروت؛ سنن (ترمذی): ج ۵ ص ۳۲۴، ط دوم ۱۴۰۳ھ، دارالفکر بیروت.

۲. فریقین کے درمیان متفقہ اور متواتر احادیث میں سے ہے، رجوع کریں: مسند احمد (احمد بن حنبل): ج ۳ ص ۳، ۶۴، ۶۲؛ سنن (ترمذی): ج ۵ ص ۳۲۱.

۳. رجوع کریں: العین (خلیل بن احمد)؛ تاج العروس (زبیدی)؛ لسان العرب (ابن منظور).

یہ لقب رسول خداﷺ نے حضرت علیؑ کو عطا فرمایا تھا۔[1] خود حضرت علیؑ نے بھی اپنے اس لقب پر فخر کرتے ہوئے فرمایا: أَنَا يَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِيْنَ؛ میں مومنوں کا یعسوب ہوں؛[2] یعنی جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ کی پناہ حاصل کرتی ہیں اسی طرح میں مومنوں کی پناہگاہ ہوں۔

پھر سیدہ زینبؑ نے امام حسینؑ کو شمس آل عبدالمطلب ''عبدالمطلب کی آل کے چشم وچراغ'' کے خطاب سے یاد کرتے ہوئے درحقیقت بنو امیہ کی پست نسل کے سامنے بنو ہاشم کی باعظمت نسل کا ذکر کیا؛ کیونکہ عرب کے تمام قبیلوں میں سے قریش کا قبیلہ باعظمت تھا، پھر قریش کے قبیلے میں سے حضرت عبدالمطلب کا خاندان اپنی شان و شوکت کے اعتبار سے ممتاز تھا، اور امام حسینؑ اسی باعظمت اور باوقار خاندان کے چشم وچراغ تھے۔

اس طرح سیدہ زینبؑ نے مذکورہ جملات کے ذریعہ دربارِ یزید میں بیٹھے ہوئے افراد کو یزید اور اس کے ساتھیوں کے جھوٹے پراپیگنڈہ کی طرف متوجہ کیا کہ یزید نے کربلا کے صحرا

---

۱. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ لِعَلِيٍ: أَنْتَ الْصِدِّيْقُ الأَكْبَرُ وَيَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَإِمَامُهُمْ ؛ رسول خداﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم صدیق اکبر ہو، اور مومنین کے یعسوب اور اُن کے امام ہو (بحار الانوار (محمد باقر مجلسی): ج۱۸ص۱۲۱؛ شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید): ج۱ ص۱۲)؛ ایک اور روایت کے مطابق آپﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: أَنْتَ الْصِدِّيْقُ الأَكْبَرُ وَ أَنْتَ الْفَارُوقُ الَّذِيْ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ وَ أَنْتَ يَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِينَ؛ تم صدیق اکبر ہو، اور تم ہی فاروق ہو جو حق اور باطل کے درمیان فرق واضح کرتا ہے، اور تم ہی مومنین کے یعسوب ہو (ینابیع المودہ (قندوزی حنفی): ج۲ص۱۴۴، ط اول ۱۴۱۶ھ، دار الاسوہ للطباعہ والنشر).

۲. بحار الانوار (محمد باقر مجلسی): ج۸ ص۳۳۶؛ اسی طرح حضرت امام باقرؑ نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ سے امیر المومنینؑ کی جو زیارت نقل کی ہے اُس میں بھی یہ لقب اس طرح نقل ہوا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَى يَعْسُوبِ الإِيْمَانِ (مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج۱۰ص۲۲۲).

میں کسی باغی سے جنگ کرکے اُسے تہہ تیغ نہیں کیا بلکہ عبدالمطلب کی آل کے چشم و چراغ اور نواسہ رسول ﷺ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا ہے۔

دربارِ یزید میں حضرت زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے اِس حصہ میں امام حسین علیہ السلام کے پاکیزہ حسب و نسب کا تعارف کروا کر حقیقت میں یزیدیوں کے ایک اہم حربہ کو ناکام بنایا؛ کیونکہ احتمالا لشکرِ یزیدی نے سید الشھداء علیہ السلام کے ساتھ جنگ کے لئے صحرائے کربلا کے انتخاب میں جو مقاصد پیشِ نظر رکھے اُن میں سے ایک اہم مقصد یہ تھا کہ یہ جنگ آبادی اور عام لوگوں کی نظروں سے دور رہے تاکہ لوگوں کو خبر ہی نہ ہونے پائے کہ کربلا میں کس شخصیت کا خون بہایا گیا؛ یہی وجہ ہے کہ عام لوگوں کے درمیان صرف یہی مشہور کیا گیا کہ کربلا میں ایک باغی کو قتل کیا گیا ہے، لیکن حضرت زینب علیہا السلام نے دربارِ یزید میں امام حسین علیہ السلام کے پاکیزہ حسب و نسب کا تعارف کروا کر حقیقت میں یزیدیوں کی اس شیطانی سازش کو ناکام بنایا اور ہمیشہ کے لئے واقعہ کربلا کی حقیقت آشکار کردی۔

وَهَتَفْتَ بِأَشْيَاخِكَ، وَتَقَرَّبْتَ بِدَمِهِ إِلَى الْكَفَرَةِ مِنْ أَسْلَافِكَ، ثُمَّ صَرَخْتَ بِنِدَائِكَ، وَ لَعَمْرِى قَدْ نَادَيْتَهُمْ لَوْ شَهِدُوكَ !، وَ وَشِيكاً تَشْهَدُهُمْ وَلَنْ يَشْهَدُوكَ

معانی: ''هَتَفَ'' یعنی اُس نے بلند آواز سے پکارا؛ ''اَشْيَاخ'' شیخ کی جمع یعنی بزرگ؛ ''أَسْلَاف'' سلف کی جمع یعنی آباو اجداد؛ ''صَرَخ'' یعنی وہ بلند آواز سے چلّایا؛ ''وَشِيكاً'' یعنی بہت جلد۔

ترجمہ: تم نے اپنے بزرگوں کو بلایا ہے اور سید الشھداء علیہ السلام کے خون کے ذریعہ اپنے کافر اسلاف کا تقرب حاصل کیا ہے اور پھر بلند آواز چلائے ہو؛ اور مجھے قسم کہ تم نے انہیں پکارا ہے کہ کاش وہ تمہیں دیکھتے! اور عنقریب تم (مرنے کے بعد) انہیں دیکھو گے لیکن وہ ہرگز تمہیں

(اس دنیا میں) نہیں دیکھیں گے۔

تشریح

کربلا کی جنگ میں یزید کا اصل مقصد

سیدہ زینب علیہا السلام نے کربلا کی جنگ اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں یزید کے اصل مقصد کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا: اے یزید تم اپنے مرے ہوئے کافر اسلاف کو پکار رہے ہو تا کہ وہ تمہاری کامیابی کو دیکھیں کہ تم نے کس طرح اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سے بدلہ لیا ہے، اور اُن کافروں کی روحوں کو شاد کرنے کیلئے تم نے اپنے ہاتھوں کو فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے خون سے رنگین کیا ہے پھر تم انہیں بلاتے ہوئے خوب چلّا رہے ہو تا کہ وہ تمہیں شاباش دیں؟! (کیونکہ یزید اتنی بلند آواز سے شعر پڑھ رہا تھا کہ اُس کی آواز پورے دربار میں گونج رہی تھی) لیکن اے یزید تمہاری یہ خواہش کبھی پوری نہ ہو گی کیونکہ تمہارے وہ بزرگ مر چکے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہیں لہٰذا اُن کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ پلٹ آئیں اور تمہاری اس ظاہری کامیابی کو دیکھ سکیں، ہاں عنقریب مرنے کے بعد تم انہیں دیکھ سکوگے کیونکہ اُن کا ٹھکانہ بھی جہنم ہے اور تم بھی جہنم ہی میں جاؤگے۔

اس طرح سیدہ زینب علیہا السلام نے کربلا کی جنگ کے سلسلہ میں یزید کا اصل مقصد واضح کیا کہ وہ حقیقت میں جنگ بدر و اُحد میں حضرت علی علیہ السلام کی تلوار سے مرنے والے اپنے کافر و مشرک اسلاف کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔

یزید کی موت کے بارے میں سیدہ زینب علیہا السلام کی غیبی خبر

عقیلہ بنی ھاشم علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے ان جملات میں یزید کی موت کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اسے بہت قریب قرار دیا اور اس طرح یزید کے سامنے اس بات کی طرف بھی اشارہ

کیا کہ تیری زندگی بہت جلد ختم ہونے والی ہے لہٰذا عنقریب موت تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور پھر تم عالم آخرت کی طرف منتقل ہو جاؤگے اور اپنے بزرگوں کی طرح جہنم کا ایندھن بنوگے اور ان ہی کے پاس ہی پہنچوگے۔

مؤرخین کے مطابق یزید بن معاویہ سنہ ۶۴ ہجری، ربیع الاول کے مہینہ میں جہنم واصل ہوا، اس بنا پر حضرت زینب علیہا السلام کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور یزید بن معاویہ واقعہ کربلا کے بعد تین سال اور چند مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہا۔[1]

وَلَتَوَدُّ يَمِينُكَ كَمَا زَعَمْتَ شُلَّتْ بِكَ عَنْ مِرْفَقِهَا وَجُذَّتْ، وَأَحْبَبْتَ أُمَّكَ لَمْ تَحْمِلْكَ، وَأَبَاكَ لَمْ يَلِدْكَ، حِينَ تَصِيرُ إِلَى سَخَطِ اللهِ، وَمُخَاصِمُكَ [وَمُخَاصِمُ أَبِيْك] رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله

معانی: ''وَجُذَّت'' یعنی قطع ہو جائیں، ٹوٹ جائیں؛ ''سَخْط'' یعنی غصہ اور ناراضگی؛ ''مُخَاصِم'' یعنی مخالف، جھگڑا کرنے والا، مدعی۔

ترجمہ: یقیناً تم چاہوگے کہ کاش یہی تمہارا دایاں ہاتھ (جس کے ساتھ فتح کا دعوی کر رہے ہو) کہنی سے شَل ہو گیا ہوتا اور کٹ چکا ہوتا، اور تم یہ چاہوگے کہ کاش تمہاری ماں نے تمہیں اپنے شکم میں نہ لیا ہوتا اور تمہارے باپ نے تمہیں پیدا نہ کیا ہوتا؛ جب تم اللہ تعالی کی ناراضگی کا سامنا کروگے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ تمہارے (اور تمہارے اسلاف کے) خلاف مدّعی ہوں گے۔

---

۱. تاریخ الامم والملوک (طبری): ج ۵ ص ۴۹۹.

تشریح

یزید کا انجام

خطبہ کے ان جملات میں سیدہ زینبؑ نے آخرت کے دائمی عذاب سے پہلے قیامت میں یزید کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے یزید تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر تمہارے آبا و اجداد ہوتے تو یہ حالت دیکھ کر تمہیں سلامتی کی دعا دیتے لیکن یاد رکھو جب قیامت کے دن انہی کرتوتوں کے بدلہ میں عذابِ الٰہی کو دیکھو گے تو یہ خواہش کرو گے کہ کاش تمہارے ہاتھ شل ہوتے یا کاش تمہارے ہاتھ کٹ چکے ہوتے تاکہ سید الشہداؑ کے لبوں پر چھڑی نہ مارتے۔

اے یزید! آخرت میں تمہاری دوسری آرزو یہ ہو گی کہ کاش تمہارے والدین نے تمہیں نہ جنا ہوتا اور کاش تمہیں زندگی نصیب نہ ہوتی تاکہ اولاد رسولؐ پر ظلم و ستم نہ کرتے۔

گویا سیدہ زینبؑ نے قرآن مجید کی اُس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ فرمایا جس کے مطابق قیامت کے دن ہر کافر اور ظالم شخص یہ خواہش کرے گا کہ کاش وہ انسان نہ ہوتا یا کاش اُسے زندگی نہ ملتی، چنانچہ اللہ تعالی نے ایسے افراد کی اس حسرت کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يا لَيتَنِي كُنْتُ تُرَابًا﴾ ''جس دن (قیامت میں) ہر انسان اپنے ہاتھوں پہلے سے بھیجے ہوئے (اعمال) کو دیکھے گا اور کافر کہے گا کہ اے کاش میں خاک ہوتا''۔[۱]

قیامت میں جب گنہگار اپنی عمر کے تمام برے اعمال کو اپنے سامنے پائیں گے تو غم واندوہ اور حسرت میں ڈوبے ہوئے یہ کہیں گے کہ کاش ہم انسان نہ ہوتے، یا کاش ہمیں زندگی ہی نہ ملتی، یا کاش ہمارے والدین نے ہمیں نہ جنا ہوتا۔

متعدد قرآنی آیات اس حقیقت کی ترجمانی کرتی ہیں کہ گنہگار و مجرم جب قیامت میں پرودگار

---

۱. سورہ نباء (۷۸) آیت ۴۰.

کی دادرسی کا منظر اور اعمال کی جزا کا مشاہدہ کریں گے تو وہ کئی عکس العمل دکھائیں گے جو اُن کے شدید تأسف و حسرت کو ظاہر کرتا ہے، چنانچہ بعض کہیں گے کہ وائے ہو ہم پر اور ہماری اس حسرت پر کہ ہم نے اللہ تعالی کے فرمان کی اطاعت میں کوتاہی کی۔[1]

اور بعض پکاریں گے کہ خدایا! ہمیں دنیا میں پلٹا دے تا کہ ہم نیک عمل کر سکیں۔[2]

جبکہ بعض کہیں گے کہ کاش ہم خاک ہوتے لیکن انسان نہ ہوتے اور نہ ہی ہمیں زندگی ملتی۔[3]

قیامت میں یزید اور اُس کے اسلاف کی حالت

سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے مذکورہ جملات میں یزید کو قیامت میں اُس کے انجام کی طرف متوجہ کیا کہ اُسے غضبِ الٰہی کا سامنا کرنا ہو گا، اُسوقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ، یزید کے خلاف بھی مدعی بنیں گے اور اُس کے اسلاف کے خلاف بھی۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی اولاد کی دشمنی میں یزید اور اُس کے اسلاف کے درمیان کچھ خاص فرق نہیں پایا جاتا؛ جیسا کہ یزید کے دادا ابوسفیان کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ دشمنی کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لہٰذا

---

۱. ﴿أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يا حَسْرَتَا عَلَى مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ﴾ "ہائے افسوس میری اُس کوتاہی پر جو میں نے خدا کا تقرب حاصل کرنے میں کی اور میں تو بس ان باتوں پر ہنستا ہی رہا'' (سورہ زمر (۳۹) آیت ۵۶).

۲. ﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ﴾ "اور اگر تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اپنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) اے ہمارے رب اب ہم نے (اچھی طرح) دیکھ لیا ہے اور ہم نے سن لیا ہے، اب ہمیں دنیا میں پلٹا دے تو ہم نیک عمل کریں گے یقینا اب ہمیں پورا یقین ہے (سورہ سجدہ (۳۲) آیت ۱۲).

۳. ﴿وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا﴾ (سورہ نباء (۷۸) آیت ۴۰).

قیامت کے دن جس طرح یزید کو رسول خداﷺ کی ناراضگی اور آپﷺ کے غیض وغضب کا سامنا کرنا پڑے گا ویسے ہی اُس کے مجرم اسلاف بھی رسول خداﷺ کے دشمنوں کی قطار میں کھڑے ہوں گے۔

اللّٰھُمَّ خُذْ بِحَقِّنَا وَانْتَقِمْ مِنْ ظَالِمِنَا وَأَحْلِلْ غَضَبَكَ بِمَنْ سَفَكَ دِمَاءَ نَا وَنَقَضَ ذِمَارَنَا [نَقَصَ ذِمَامَنَا] وَقَتَلَ حُمَاتَنَا وَ هَتَكَ عَنَّا سُدُولَنَا

معانی: ''سَفْقُ الدِماء'' یعنی خون بہانا؛ ''اَلنَّقْض'' یعنی حد سے بڑھنا، تجاوز کرنا؛ ''اَلنَّقْص'' یعنی کم کرنا؛ ''ذِمَار'' یعنی ہر وہ جس کی حمایت وحفاظت اور بچاؤ کسی کے ذمہ لازم ہو؛ ''ذِمَام'' یعنی حق وحرمت، عزت وآبرو؛ ''حُمَاۃ'' حمایت اور محافظت کرنے والے؛ ''هَتْكُ السُدْل'' یعنی پردہ چاک کرنا، بے پردہ کرنا۔

ترجمہ: خدایا! تو ہی ہمارا حق لے اور ہم پر ظلم وستم کرنے والے سے ہمارا بدلہ اور انتقام لے، اور اُس پر اپنا غضب نازل فرما جس نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے حقوق کو پامال کیا (ہماری عزت وآبرو کم کرنے کی کوشش کی)، ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا اور ہماری حرمت پامال کی۔

تشریح

دعا مظلوم کا اسلحہ

حضرت زینبؑ نے ان جملات میں اپنا خطاب سننے والے جمع غفیر کے جذبات و احساسات کو جھنجھوڑنے کیلئے آسمان کی طرف رخ کیا اور اس حالت میں پروردگار عالم کو پکارا کہ گویا وہ اپنے تمام رنج والم بھول چکی ہیں۔

یقینا جس دعا کی قبولیت میں کوئی شک نہیں وہ مظلوم کی دعا ہے جو مظلوم کا بہترین اسلحہ

شمار ہوتا ہے، اسی لئے سیدہ زینبؑ نے اپنی مظلومیت کے عروج کے وقت دعا کے اسلحہ کو استعمال کیا اور مذکورہ الفاظ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مدد طلب کی۔

سیدہ زینبؑ کی اس دعا نے دربار میں موجود لوگوں پر گہرا نفسیاتی اثر ڈالا، آپ چاہتی تھیں کہ ان دعائیہ کلمات کے ذریعہ یزید کو بتادیں کہ اگرچہ آج ظاہری لحاظ سے تم طاقتور اور ہم کمزور نظر آرہے ہیں اور تجھ سے اپنے حق کی بازیابی اور تمہارے مقابلے میں ظاہری طور پر اپنے دفاع کی قدرت نہیں رکھتے لیکن اللہ تعالیٰ عادل بھی ہے اور ہمیشہ قادر بھی، لہٰذا وہی مستقبل میں ہمارا حق ہمیں لٹائے گا اور تجھ سے ہمارا انتقام لے گا، کیونکہ تم نے ہم پر ظلم کیا ہے اس لئے بہت جلد خدا کا غضب تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

واقعہ کربلا میں خاندانِ نبوت کے مصائب کا خلاصہ

سیدہ زینبؑ نے انہی دعائیہ کلمات میں اپنے تمام مصائب کا خلاصہ بھی بیان فرمایا کہ:
ہم پر ظلم و ستم کیا گیا، ہمارا خون بہایا گیا، ہمارے حقوق کو روندا گیا، ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا گیا اور ہماری حرمت پامال کی گئی۔

ان جملات کے ذریعہ سیدہ زینبؑ نے یزید کے دربار میں موجود افراد کو کربلا میں ہونے والی ہولناک جنایت اور ظلم و ستم کی گہرائی سے خبردار کیا اور پھر یہی چیز عام لوگوں کی بیداری کا سبب بنی۔

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ، وَمَا فَرَيْتَ إِلَّا جِلْدَكَ، وَمَا جَزَزْتَ إِلَّا لَحْمَكَ

معانی: ''فَرَیْت'' یعنی تم نے پارہ پارہ کر دیا، ''فری الشیی'' یعنی کسی چیز کو کاٹنا، پھاڑنا، چیرنا؛ ''جَزَزَ'' یعنی کترنا یا کاٹنا، یہ اصطلاح گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے معنی میں استعمال ہوتی ہے؛ ''لَحْم'' یعنی گوشت۔

ترجمہ: اے یزید: تم نے جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکے، اور (یاد رکھو کہ) تم نے اپنی ہی کھال ادھیڑی ہے اور اپنا ہی گوشت ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔

تشریح

انسان کے اعمال کی پاداش

اس جملہ میں سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کے سامنے ایک ایسی قرآنی و اسلامی حقیقت بیان کی جسے یزید جیسا انسان شاید درک نہیں کر سکتا تھا، اور وہ حقیقت یہ تھی کہ انسان کو قیامت میں اُس کے کے ہر عمل کی سزا یا جزا ملے گی جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی رکھا ہوا ہے۔[1]

اس بنا پر انسان اس دنیا میں جو کچھ بھی کرتا ہے وہ در حقیت اپنے ساتھ ہی کر رہا ہے، جیسے اللہ تعالی نے نہایت واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا: ﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ اگر تم نیک عمل کروگے تو اپنے لئے اور برا کروگے تو اپنے لئے ہی کروگے۔[2]

اس کے علاوہ انسان کے بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا نتیجہ انسان کو صرف آخرت میں ہی نہیں بلکہ اسی دنیا میں بھی دیکھنا پڑتا ہے، سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے اس جملہ سے یزید کو انسانیت کے اس بنیادی اصول کی طرف بھی متوجہ کیا کہ انسان کی اچھائیاں یا برائیاں خود اُسی کی طرف پلٹتی ہیں جن میں سے بعض کا بدلہ اسی دنیا میں انسان کو مل جاتا ہے بعض کا بدلہ آخرت میں ملے گا، یہ اللہ تعالی کی طرف سے کائنات کا ایک دائمی قانون ہے جس میں کسی فرد یا قوم کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہے اور یہ عمومی سنت پوری تاریخ انسانیت پر جاری و ساری ہے۔

تاریخ انسانیت میں بہت سے ایسے بدکار بھی گزرے ہیں جنہوں نے غلط اور برے کاموں

---

۱. سورہ مدثر (۷۴) آیت ۳۸.
۲. سورہ بنی اسرائیل (۱۷) آیت ۷.

کی بنیاد رکھی، ظالمانہ قوانین بنائے، اور غیر انسانی وغیر اخلاقی بدعتوں کو رواج دیا اور آخر کار اُن کا نتیجہ خود اُن کے لیے اور اُن کے ہواخواہوں کے حق میں برا ثابت ہوا، اور وہ کنواں جو انہوں نے دوسروں کے لیے کھودا تھا خود ہی اُس میں جا گرے۔ خاص طور پر زمین میں فتنہ وفساد برپا کرنا، برتری جتلانا، دوسروں پر ظلم وستم کرنا اور کسی مومن کا ناحق خون بہانا ایسے امور ہیں جن کا اثر اسی دنیا میں انسان کا دامن آ پکڑتا ہے۔

لہٰذا یزید نے بھی آل رسولﷺ کے ساتھ جو کچھ کیا وہ سب در حقیقت اُس کے اپنے ہی نقصان میں تھا، لہٰذا سیدہ زینبؑ نے یزید کو اسی حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ اے یزید: امام حسینؑ اور آپ کے باوفا اصحاب کا قتل، آل رسولﷺ کی اسیری، کوفہ وشام کی گلیوں اور بازاروں میں کٹے ہوئے سروں اور اسیروں کو لے جانا، امام حسینؑ کے سر اقدس کی توہین کرنا وغیرہ اگرچہ یہ سب کچھ ظاہری طور پر تیرے فائدہ اور ہمارے نقصان میں ہے لیکن یاد رکھو کہ ان میں سے تمہارا کوئی عمل بھی تمہارے فائدہ میں نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ تمہارے اپنے ہی نقصان میں ہے۔

اس بنا پر اگرچہ یزید ظاہری طور پر اپنے آپ کو فاتح اور کامیاب سمجھ رہا تھا لیکن اُس کا کوئی فعل بھی اس کے مفاد میں نہیں تھا بلکہ وہ اپنے ہی نامہ اعمال کو سیاہ کر رہا تھا کہ جس کے نتیجہ میں جہنم کے دائمی عذاب کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

وَسَتَرِدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَا تَحَمَّلْتَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ وَ انْتَهَكْتَ مِنْ حُرْمَتِهِ وَسَفَكْتَ مِنْ دِمَاءِ عِتْرَتِهِ وَلُحْمَتِهِ حَيْثُ يَجْمَعُ بِهِ شَمْلَهُمْ وَيَلُمُّ بِهِ شَعَثَهُمْ وَيَنْتَقِمُ مِنْ ظَالِمِهِمْ وَ يَأْخُذُ لَهُمْ بِحَقِّهِمْ مِنْ أَعْدَائِهِم

معانی: ''لُحْمَة'' یعنی رشتہ داری، قرابتداری؛ ''جَمَعَ اللهُ شَمَلَهُمْ'' یعنی اللہ ان کے بکھرے ہوؤں کو اکٹھا کرے؛ ''شَعَث'' بکھرے ہوئے۔

ترجمہ: اور عنقریب تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے سامنے جاؤ گے جبکہ تم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی اولاد کا خون اپنی گردن پر لیا؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی حرمت پامال کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی عترت اور خاندان کا خون بہایا؛ جب خدا اُن سب (اولادِ رسولؐ) کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ اکٹھا کرے گا، اور اُن سب بکھرے ہوؤں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ملا دے گا؛ اور اُن پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لے گا اور اُن کے دشمنوں سے اُن کے حق کا بدلہ لے گا۔

تشریح

قیامت کے دن آل محمد علیہم السلام پر ظلم کرنے والوں کا محاسبہ

سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کو آخرت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ تم ابھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے خلیفہ و جانشین بن کر حکومت کر رہے ہو اور عنقریب موت کے بعد اُسی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے سامنے پہنچو گے جبکہ تمہارے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی اولاد و اقرباء کے خون سے رنگین ہوں گے، تو ایسی حالت میں تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے سامنے کیسے کھڑے ہو سکو گے؟!

پھر اُس دن اللہ تعالی خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے تمام افراد کو ایک ہی جگہ جمع کرے گا، اور اُن میں سے ہر فرد اپنے اوپر ہونے والے ظلم و ستم کی شکایت کرے گا، اور پھر اللہ تعالی اُن سب کا انتقام لے گا۔

وَلَا يَسْتَفِزَّنَّكَ الْفَرَحُ بِقَتْلِهِ ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ * فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾

معانی: ''اِسْتَفِزّ'' یعنی حقیر بنا دینا اور ذلیل کر دینا؛ ''الفرح'' مسرت و خوشی؛ ''لا تَحْسَبَنّ'' تم گمان نہ کرو؛ ''فَرِحِيْنَ'' خوشی اور رضایت کی حالت میں۔

ترجمہ: اے یزید: اولادِ رسول کے قتل کی یہ خوشی تمہیں ذلیل و رسوانہ کر دے'' اور تم راہ

خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق پاتے ہیں، وہ خدا کی طرف سے ملنے والے فضل و کرم سے خوش ہیں"۔[۱]

تشریح

دنیا کی عارضی خوشی اور آخرت کا دائمی غم

سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کو اس کے کرتوتوں کا انجام یاد دلانے کے بعد فرمایا: اے یزید: خیال رکھو، کہیں اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے قتل کی یہ خوشی تمہیں ذلیل ورسوانہ کر دے، کیونکہ تماری اس عارضی خوشی کے پیچھے آخرت کا طولانی غم واندوہ اور حسرت کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اور یقینا ایسی مختصر سی عارضی خوشی کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ جس کے بعد طولانی غم وحسرت ہو۔

شہید کی زندگی

شہید کی زندگی کا تصور براہ راست قرآن مجید کی نصوص پر مبنی ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْياءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انھیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔[۲]

اسی طرح سورہ آل عمران میں بھی شہید کی زندگی کا تصور پیش کیا گیا جسے سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ میں نقل فرمایا اور یزید کو اس آیت کا مخاطب قرار دیتے ہوئے اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ یہ خدا کا کلام ہے جس کا انکار کرنا یزید کے لئے بھی اُسوقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنے اسلام کا واضح انکار نہ کر دے۔

---

۱. سورہ آل عمران (۳) آیات ۱۶۹، ۱۷۰۔
۲. سورہ بقرہ (۲) آیت ۱۵۴۔

اگرچہ قرآن مجید نے شہید کی زندگی کا تصور بار بار پیش کیا ہے لیکن سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت مبارکہ میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ شہید کی زندگی کا شعور ہمیں حاصل نہیں ہو سکتا، اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ شہید کی زندگی ہماری اس موجودہ زندگی سے مختلف ہے لہٰذا ہم اپنی موجودہ زندگی پر قیاس کر کے شہید کی زندگی کے حالات نہیں سمجھ سکتے۔

اور روایات کے مطابق خدا کی راہ میں شہادت ایسا عظیم رتبہ ہے جو خدا کے خاص بندوں ہی کو حاصل ہوتا ہے، اس بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: فَوْقَ کُلِّ ذِي بِرٍّ بِرٌّ حَتَّى يُقْتَلَ الرَّجُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَيْسَ فَوْقَهُ بِرٌّ ؛ ہر نیکی سے بلند ایک نیکی ہے، یہاں تک کہ آدمی خدا کی راہ میں قتل ہو جائے (لہٰذا جب خدا کی راہ میں شہید ہو جائے) تو اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں ہے۔[1]

سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے قرآن مجید کی اُس آیت کی تلاوت فرمائی جس میں شہیدوں کی شہادت کو افتخار قرار دیتے ہوئے اُن کی موت کو زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے اور یزید کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ تم نے اپنے باطل خیال میں امام حسین علیہ السلام کو شہید کر کے زندگی سے محروم کر دیا ہے لیکن وہ زندہ و جاوید ہیں۔

پس قرآن مجید کی مذکورہ آیت مبارکہ اور سیدہ زینب علیہا السلام کے مذکورہ جملات سے دنیا والوں کو خدا کی راہ میں شہادت کا عظیم درس بھی ملتا ہے اور یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ اس راہ میں مرنے والے مرتے نہیں بلکہ ابد تک زندہ و جاوید ہو جاتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے خون نے اسلام کو زندہ کیا ہوتا ہے اور جب تک اسلام زندہ و پائیدار رہے گا اُس وقت تک اسلام کی راہ میں مرنے والے بھی زندہ ہی رہیں گے۔

---

۱. اصول کافی (شیخ کلینی): ج ۲ ص ۳۴۸؛ بحار الانوار (محمد باقر مجلسی): ج ۷۱ ص ۶۱، ۶۰.

وَحَسْبُكَ بِاللهِ وَلِيّاً وَحَاكِماً، وَبِرَسُولِ اللهِ خَصِيماً، وَبِجَبْرَئِيلَ ظَهِيرًا

معانی: ''خَصِيْم'' یعنی مدعی، مخالف؛ ''ظَهِيْراً'' یعنی پشت پناہی کرنے والا، مددگار۔

ترجمہ: اور تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ خدا ہی ولی اور فیصلہ کرنے والا ہے، رسول خداؐ تمہارے خلاف مدعی ہیں اور جبرائیل پشت پناہ اور مددگار ہے۔

تشریح

سیدہ زینبؑ کے توکل اور حقیقی ایمان کی ایک مثال

سیدہ زینبؑ کے خطبہ کا یہ جملہ آپؑ کے توکل اور حقیقی ایمان کی ایک بہترین مثال ہے کہ آپؑ نے اتنے مصائب تحمل کرنے کے بعد یزید کیلئے اللہ تعالی ہی کی ذات کو اپنا قاضی قرار دیا۔

چنانچہ سیدہؑ نے اپنے خطبہ کے اس جملہ میں اللہ تعالی کو ولی دم (امام حسینؑ کے خون کا وارث) قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ یزید کی اخروی بربادی کیلئے یہی کافی ہے کہ اُس کے ہاتھوں ہونے والے خون کا وارث ہی اُس کا فیصلہ کرنے والا بھی ہے اور انتقام لینے والا بھی۔

دوسرے لفظوں میں قیامت کے دن یزید کے خلاف گواہ ہی قاضی اور جج بھی ہوگا، اور یقینا اللہ تعالی مقتول کی مظلومیت اور قاتل کے ناپاک اہداف کو بہتر جانتا ہے۔

یقینا سیدہ زینبؑ کا یہ جملہ آپؑ کے توکل کی اعلی منزل اور قوتِ ایمان کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس کے بعد عقیلہ بنی ہاشمؑ نے یہ نکتہ واضح کیا کہ اے یزید، جس رسولؐ کے نام پر تو حکومت کر رہا ہے وہی قیامت کے دن تمہارے خلاف مدعی بن کر آئیں گے اور جبرائیل جیسی عظیم شخصیت اُن کی پشت پناہ اور مددگار ہو گی، اور واضح ہے کہ جو خدا، رسولؐ اور جبرائیل کا دشمن بن جائے تو تباہی و بربادی اُس کا مقدّر ہو گی۔

وَسَيَعْلَمُ مَنْ بَوَّأَكَ وَمَكَّنَكَ مِنْ رِقَابِ الْمُسْلِمِينَ، أَنْ ﴿بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا﴾،[۱] وَ أَيُّكُمْ [أَنَّكُمْ] ﴿شَرٌّ مَكَانًا وَ أَضَلُّ سَبِيلًا﴾[۲]

معانی: ''بَوَّأَ'' راستہ ہموار کرنے کے معنی میں ہے؛ ''مَكَّنَ'' یعنی مسلط کیا۔

ترجمہ: اور جس نے تمہاری خلافت کی راہ ہموار کی ہے اور تمہیں مسلمانوں پر مسلط کیا ہے، وہ عنقریب جان لے گا کہ ظالموں کی پاداش بہت بُری ہے، اور تم میں سے کس کا ٹھکانہ بہت بُرا اور وہ بہت زیادہ گمراہ ہے۔

تشریح

ظالم کی مدد کرنا

اسلامی نکتہ نگاہ سے ظالم کی مدد کرنا یا اُس کے ظلم و ستم کی راہ ہموار کرنا گویا اُس کے ظلم میں شریک ہونا ہے اس بنا پر جنہوں نے یزید کی خلافت کی راہ ہموار کی اور اُسے مسلمانوں پر مسلط کیا وہ بھی یزید کے جرم میں شریک ہیں، اسی لئے حضرت زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے ان جملات میں یزید کی خلافت کی راہ ہموار کرنے والے کو ظالم قرار دیتے ہوئے اُس کے برے انجام کی خبر دی ہے۔

قرآن و روایات میں ظالم کیلئے ظلم و ستم کی راہ ہموار کرنے اور اُس کے ظلم میں شریک ہونے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے واضح الفاظ میں گناہ اور ظلم کے معاملہ میں ایکدوسرے کی مدد کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ

---

۱. سورہ بقرہ (۱۸) آیت ۵۰.

۲. سورہ فرقان (۲۵) آیت ۳۴.

وَالْعُدْوَانِ﴾ گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو۔[۱]

ظالم کی مدد کرنا ایسا گناہ ہے کہ جس پر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں عذاب کا وعدہ کیا ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾ اور خبردار تم لوگ ظالموں کی طرف مائل نہ ہونا ورنہ جہّنم کی آگ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور خدا کے علاوہ تمہارا کوئی سرپرست نہیں ہوگا اور تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی۔[۲]

اس آیت کی تفسیر میں بیان ہوا ہے کہ ظالموں کی طرف معمولی میل بھی" رکون "کے زمرے میں آتا ہے جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے، یعنی ظالموں کی طرف تھوڑا سا مائل ہونا، یا عزت سے ان کا ذکر کرنا، ان سے باہم میل ملاپ رکھنا اور معاشرت کرنا، ان سے محبت کا اظہار کرنا، ان کے تحائف کا طمع رکھنا، ان کی تعریف کرنا یا ان کے حکم کی اطاعت کرنا، یہ تمام باتیں ان کی طرف مائل ہونے میں آتی ہیں، جب اللہ تعالی نے ظالموں کی طرف ایسے معمولی میل و رغبت سے منع کرتے ہوئے عذاب کا وعدہ کیا ہے، تو پھر جو شخص یزید جیسے ظالم کے ظلم وستم کا راستہ فراہم کرکے اس کے ظلم میں شریک ہو جائے وہ خدا کے عذاب سے کیسے بچ سکتا ہے؟! یہی وجہ ہے کہ سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے اس جملہ میں یزید کی راہ ہموار کرنے اور اسے مسلمانوں پر مسلط کرنے والے شخص کے عذاب کی خبر دی ہے۔

روایات کے مطابق ظالم کی معمولی مدد کرنا بھی حرام اور آخرت میں سخت ترین عذاب کا سبب ہے چنانچہ روایت میں ہے: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ أَيْنَ الظَّلَمَةُ وَ أَعْوَانُ الظَّلَمَةِ وَ أَشْبَاهُ الظَّلَمَةِ حَتَّى مَنْ بَرَى لَهُمْ قَلَماً وَ لَاقَ لَهُمْ دَوَاةً قَالَ فَيَجْتَمِعُونَ فِي تَابُوتٍ مِنْ حَدِيدٍ ثُمَّ يُرْمَى بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ ؛ قیامت کے دن ایک

۱. سورہ مائدہ (۵) آیت ۲.

۲. سورہ ھود (۱۱) آیت ۱۱۳.

منادی ندا دے گا کہ کہاں ہیں ظالم، اور ان کے مددگار، اور جنہوں نے اپنے آپ کو ظالموں کی طرز پر ڈھالا، حتیٰ کہ جنہوں نے ان کے لئے قلم تراشا یا سیاہی کی دوات کو تیار کیا؟ پھر اُن سب کو لوہے کے ایک تابوت میں ڈالا جائے گا اور پھر اُس تابوت سمیت جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔[۱]

اسی طرح بعض دیگر روایات کے مطابق ظلم کے سلسلہ میں تین طرح کے افراد مجرم قرار پاتے ہیں:

۱۔ ظلم کرنے والا ظالم، ۲۔ ظالم کی مدد کرنے والا، ۳۔ ظالم کے ظلم پر راضی ہونے والا۔[۲]

اس اسلامی دستور کے مطابق یزید کے گناہ میں اُس کی خلافت کی راہ ہموار کرتے ہوئے اُسے مسلمانوں پر مسلط کرنے والے بھی شریک ہیں، اسی لئے یزید کو اُس کی آخرت یاد دلانے کے بعد سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنی گفتگو کا رخ بدلا اور پہلے سے زیادہ سخت اور تند و تیز لہجہ میں یزید کی خلافت کو بھی ناجائز قرار دیا اور اس کے اسلاف کی خلافت کے ناجائز ہونے کی طرف بھی اشارہ فرمایا، اور یہ حقیقت بیان فرمائی کہ یزید کا ظلم و ستم تو سب کے سامنے واضح اور عیاں ہے لیکن یزید کی خلافت کی راہ ہموار کرنے والا اُس سے بھی بڑا ظالم ہے کیونکہ وہ اپنے کیے ہوئے ظلم و ستم کے علاوہ یزید کے ظلم ستم میں بھی شریک ہے کیونکہ اُس نے ناجائز طریقہ سے یزید کو مسلمانوں پر مسلط کیا اور ناجائز خلافت کا وارث بنایا، اس بنا پر اُس کا اعمال نامہ یزید سے بھی زیادہ سیاہ اور اُس کا عذاب یزید سے بھی زیادہ ہولناک ہو گا۔ لہٰذا جیسے یزید ملعون اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے قتل کا ذمہ دار ہے ویسے ہی اُس کی خلافت کی راہ ہموار کرنے والے اور اُس کا ساتھ دینے والے بھی اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے قتل میں شریک ہیں۔

---

۱. وسائل الشیعہ (حر عاملی): ج۷ا ص ۱۸۲، ط اول ۱۴۰۹ھ، موسسہ آل البیت قم.

۲. رجوع کریں: وسائل الشیعہ (حر عاملی): ج۷ا ص ۱۸۲ تا ۱۸۶.

یزید اور اُس کی خلافت کی راہ ہموار کرنے والوں کا ظالم و گمراہ ہونا

حضرت زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس مختصر سے جملہ میں دو طرح کی قرآنی آیات سے اقتباس کرتے ہوئے حقیت میں یزید کو مسلمانوں پر مسلط کرنے والوں کی دو صفتوں کو بیان کیا ہے۔ آپؑ نے قرآنی تعبیر ﴿بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا﴾ کے ذریعہ یزید کی خلافت کی راہ ہموار کرنے والوں کو ظالم قرار دیتے ہوئے اُن کے برے انجام کی خبر دی، اور پھر فورا ﴿شَرٌّ مَكَانًا وَ أَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ کی قرآنی تعبیر کے ذریعہ اُن کے جہنمی ہونے کا اعلان کیا، کیونکہ قرآن مجید میں یہ تعبیر صرف ایسے لوگوں کے لئے استعمال ہوئی ہے جو دنیا میں گمراہ رہے اور آخرت میں اُن کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور وہ اوندھے منہ جہنم میں دھکیلے جائیں گے۔[1]

آلِ رسولﷺ پر ہونے والے ظلم و ستم کے حقیقی مجرم

سیدہ زینبؑ نے اپنے اس جملہ سے ظاہری طور پر صرف یزید اور اُسے مسلمانوں پر مسلط کرنے والے کو نشانہ بناتے ہوئے اُسے یزید کے تمام جرائم اور سیاہ کاریوں کا اصل مجرم قرار دیا، لیکن حقیقت میں آپؑ نے قیامت تک آنے والے ہر صاحبِ فکر مسلمان کے ذہن کو جھنجھوڑتے ہوئے آل محمدﷺ پر ظلم و ستم کرنے والے حقیقی مجرموں کی نشاندہی کی اور ایسے تمام افراد کو مجرم قرار دیا جنہوں نے آل محمدﷺ کے حقِ خلافت پر قبضہ جما کر خلافت کی مہار موڑ دی اور ایسے افراد کو مسلمانوں پر مسلط کیا جو کسی طرح سے بھی خلافت کے لائق نہیں تھے۔

شاید اسی لئے زیارت عاشورا وغیرہ میں ایسے تمام افراد پر لعنت کی گئی ہے جو کسی بھی طرح سے آل محمدؑ کے حق کو غصب کرنے میں شریک ہوئے، چاہے وہ خود ظالم تھے، یا

---

۱. ﴿الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَى جَهَنَّمَ أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾ یہ وہ لوگ ہیں جو اوندھے منہ جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے، ان کا ٹھکانا بہت برا ہے اور وہ راہ حق سے بہت ہی دور ہو گئے ہیں (سورہ فرقان (۲۵) آیات ۳۴).

انہوں نے ظلم کرنے والوں کا ساتھ دیا، یا ظلم کرنے والوں کے عمل و کردار سے راضی ہوئے۔

وَمَا اسْتِصْغَارِي قَدْرَكَ، وَلَا اسْتِعْظَامِي تَقْرِيعَكَ، تَوَهُّماً لِانْتِجَاعِ الْخِطَابِ فِيكَ، بَعْدَ أَنْ تَرَكْتَ عُيُونَ الْمُسْلِمِينَ بِهِ عَبْرَى، وَ صُدُورَهُمْ عِنْدَ ذِكْرِهِ حَرَّى، [وَلَئِنْ جَرَّتْ عَلَيَّ الدَّوَاهِي مُخَاطَبَتَكَ إِنِّي لَأَسْتَصْغِرُ قَدْرَكَ وَأَسْتَعْظِمُ تَقْرِيعَكَ]

معانی: ''اسْتِصْغَار'' یعنی چھوٹا سمجھنا، حقیر کرنا؛ ''قَدْر''طاقت وقدرت، عزت و وقار؛''اسْتِعْظَام'' بڑا سمجھنا، گراں خیال کرنا، تکبر کرنا؛''تَقْرِيعَ'' یعنی سخت توبیخ و سرزنش، خشونت کے ساتھ پیٹنا؛''انْتِجَاع الخطاب'' یعنی کسی شخص کا یہ احتمال دینا کہ اُس کی بات دوسرے شخص پر اثر کرے گی؛''عَبْرَى'' یعنی آنسو بہانے والی، غمزدہ؛''حَرّی''یعنی سخت پیاسی، گرم ہونا؛''دَّوَاهِي''،دَاهِيَة کی جمع یعنی زمانے کی وجہ سے انسان پر آنے والی مصیبتیں۔

ترجمہ: میں تمہیں اس لئے حقیر شمار نہیں کر رہی اور نہ ہی اس لئے تمہاری سخت سرزنش اور توبیخ میرے لئے مھم ہے کہ میرے خیال میں میری باتیں تم پر اثر کریں گی (ہرگز ایسا نہیں ہے اور میری باتیں تجھ پر مؤثر نہیں ہوں گی) جبکہ تم نے (امام حسینؑ کو شہید کرکے) مسلمانوں کی آنکھوں کو اشکبار کیا اور اُس (واقعہ کربلا) کی یاد سے اُن کے دلوں کو جلایا ہے؛ [اگرچہ حالات نے مجھے تمہارے ساتھ مخاطب ہونے پر مجبور کر دیا ہے، لیکن یقینا میں تجھے حقیر سمجھتی ہوں اور تمہاری ملامت کرنا بھی میرے لئے گراں ہے]۔

تشریح

یزید کی تحقیر اور تذلیل

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے ان جملات میں یزید کی نہایت تحقیر و تذلیل کی ہے

جس سے آپؑ کی نظر میں خالق کی عظمت اور مخلوق کی پستی کا اندازہ ہوتا ہے۔

جیسے حضرت علیؑ نے اپنے ایک خطبہ میں متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: عَظُمَ الْخَالِقُ فِيْ أَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُوْنَهُ فِيْ أَعْيُنِهِمْ؛ ان کی نگاہوں میں خدا کی عظمت اسقدر ہے کہ خدا کے علاوہ باقی ہر چیز ان کی نظروں میں حقیر ہے۔[1]

اسی اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپؑ نے ایک اور خطبہ میں ارشاد فرمایا: عِظَمُ الخَالِقِ عِنْدَكَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوقَ فِيْ عَيْنَك؛ خدا کی عظمت کو پیش نظر رکھنے سے مخلوق تمہاری نظروں میں حقیر ہو جائے گی''؛[2] اس بنا پر اللہ تعالی کی عظمت کو پیش نظر رکھنے والا انسان کبھی مخلوق کے جاہ وجلال سے مرعوب نہیں ہوتا جبکہ ضعیف الایمان اور مادیت پرست انسان ہمیشہ عام لوگوں کے جاہ وجلال سے مرعوب ہو جاتا ہے۔

پس امیر المومنینؑ کے ان فرمودات کے پیش نظر حضرت زینبؑ کا دشمنوں کے بھرے دربار میں کسی طرح کے ڈر اور خوف کے بغیر یزید کی تحقیر اور اُس کی ملامت کرنا، آپؑ کے راسخ ایمان کا ایک بہترین جلوہ ہے۔

گویا سیدہ زینبؑ نے قرآن مجید کی آیت: ﴿الَّذِينَ يبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللهِ وَيخْشَوْنَهُ وَلَا يخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللهَ وَكَفَى بِاللهِ حَسِيبًا﴾،[3] کو اپنا شعار قرار دیا اور یزید کے دربار میں اس کے تمام ظاہری جاہ وجلال کے باوجود اُسے ذلت ورسوائی کی ایسی گہری وادی میں پھینک دیا جہاں سے اُس کا نکلنا محال تھا، اور سیدہ زینبؑ کے اس عمل سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ تبلیغی مسائل میں کامیابی کیلئے بنیادی شرط قاطعیت، خلوص اور خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈرنا ہے، کیونکہ اگر

---

۱. نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۳، متقین کی صفات کے بارے میں.

۲. نہج البلاغہ: کلمہ حکمت ۱۲۴.

۳. ''وہ لوگ اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہیں اور صرف اُسی کا خوف رکھتے ہیں اور اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتے'' (سورہ احزاب (۳۳) آیت ۳۹).

حق بات پہنچانے میں مخلوق سے معمولی خوف و وحشت کا اظہار کیا جائے تو کامیابی کا حصول ناممکن یا بہت مشکل ہو جاتا ہے، لہٰذا حق بات پہنچانے کیلئے ضروری ہے کہ انسان فیصلہ کن انداز سے آگے بڑھے، بد فطرت اور مفسد صفت لوگوں کے رد عمل کی پرواہ کیئے بغیر حق و حقیقت کے پیغام کو عام کرنے کی کوشش کرے، جیسا کہ سیدہ زینبؑ نے ایک حقیقی مبلغ کے نمونہ کے طور پر یزید کے ظاہری جاہ وجلال سے بے نیاز اور اُس کے اعلیٰ عہدے سے بے خوف اور اُس کے ظلم وستم کی پرواہ کیئے بغیر فریضہ تبلیغ انجام دیا جس کا سر چشمہ ایمان، خوف خدا ہے۔

یزید پر کوئی نصیحت اثر انداز نہیں ہو سکتی

سیدہ زینبؑ نے اپنے ان کلمات میں واضح کیا کہ میری اس تقریر کا مقصد یہ نہیں ہے کہ شاید میری باتیں یزید پر اثر کریں کیونکہ یزید اپنے گناہوں کی ایسی دلدل میں پھنس چکا ہے جس سے چھٹکارا حاصل کرنا اُس کے لئے ممکن ہی نہیں تھا۔

اس بنا پر سیدہ زینبؑ کا خطبہ، یزید طرف سے آل محمدؑ پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم کا فطری ردِّ عمل تھا، شاید اسی لئے سیدہؑ نے خود ہی واضح فرمایا کہ میں یزید کو جتنا بھی حقیر شمار کروں اور اس کی سرزنش کروں جب بھی میری کوئی بات اُس پر مؤثر نہیں ہو گی البتہ یہ ضرور ممکن ہے کہ میری باتیں یزید کے دربار میں بیٹھے ہوئے کسی فرد پر مؤثر واقع ہوں کیونکہ بہت سے افراد بنی امیہ کے پراپیگنڈہ کی بنا پر حقیقت سے واقف نہیں تھے، اور عین ممکن تھا کہ ایسے بہت سے افراد حقیقت جان کر یزید کے پلید کردار سے واقف ہو جائیں۔

مسلمانوں کے دلوں پر غم حسینؑ کا اثر

سیدہ زینبؑ نے اپنے ان جملات اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ میرا یہ خطاب یزید کے ظلم وستم کا طبیعی و فطری ردّ عمل ہے کیونکہ اُس نے امام حسینؑ کی شہادت کے ذریعہ ہر مسلمان کی آنکھیں اشکبار کی ہیں، اور ایسے مظالم ڈھائے ہیں جنہیں یاد کرکے ہر مسلمان کا دل

غمگین ہو جاتا ہے۔

ان جملات میں عقیلہ بنی ہاشمؑ نے یہ نکتہ واضح کیا کہ کربلا میں امام حسینؑ کی شہادت کی بنا پر صرف اہل بیتؑ کے دل ہی غمگین نہیں ہیں بلکہ واقعہ کربلا ہر مسلمان کیلئے ایک فاجعہ اور غم انگیز واقعہ ہے جسے یاد کرکے ہر مسلمان کا دل غمگین ہو جاتا ہے اور اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔

گویا سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے ان جملات میں تمام صاحبان اسلام کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ واقعہ کربلا کو یاد کرکے مسلمان کے دل کا غمگین اور اُس کی آنکھوں کا اشکبار ہو جانا اُس کے اسلام کا ایک فطری تقاضا ہے، شاید اسی لئے رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا: إنّ لِلْحُسَيْنِ حَرَارَةً فِيْ قُلُوْبِ الْمُوْمِنِيْنَ لَا تَبْرَدُ أَبَدًا ؛ مومنوں کے دلوں میں حسینؑ (کے غم) کی ایسی حرارت ہے جو کبھی ٹھنڈی نہیں ہو گی۔[۱]
اس بنا پر امام حسینؑ کا غم صرف کسی ایک قوم، مذہب یا ملت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جس دل میں بھی نورِ ایمان موجود ہو وہ امام حسینؑ کا غم ضرور محسوس کرے گا۔

سیدہ زینبؑ کی ایک بڑی مصیبت

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس حصہ میں گویا اپنے مصائب میں سے ایک مصیبت بیان کی ہے، ایسی مصیبت جس کا صحیح احساس صرف خود سیدہؑ ہی کر سکتی تھی اور وہ مصیبت یہ تھی کہ سیدہ زینبؑ جیسی باعظمت، باحیا اور باپردہ خاتون کو یزید جیسے بدکار اور پست شخص کے ساتھ بولنا پڑا، یہی وجہ ہے کہ عقیلہ بنی ہاشمؑ نے ان جملات میں اپنا دردِ دل بیان کرتے ہوئے واضح کیا کہ اگرچہ میرے لئے بہت مشکل ہے کہ تجھ جیسے پست شخص سے بات کروں، لیکن میں وقت کے تقاضا کے ہاتھوں مجبور ہوں اور مجھے اپنی ذمہ داری کو نبھانا ہے، اس لئے میں

---

۱. مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج۱۰ص۳۱۸.

شرابی کے دربار میں بول رہی ہوں۔

فَتِلْكَ قُلُوبٌ قَاسِيَةٌ، وَنُفُوسٌ طَاغِيَةٌ، وَأَجْسَامٌ مَحْشُوَّةٌ بِسَخَطِ الله وَ لَعْنَةِ الرَّسُولِ صلى الله عليه وآله، قَدْ عَشَّشَ فِيهِ الشَّيْطَانُ وَفَرَّخَ، وَمَنْ هُنَاكَ مِثْلُكَ مَا دَرَجَ [وَنَهَضَ]

معانی: ''قَلبٌ قَسِي'' سخت دل؛ ''مَحْشُوَّةٌ'' بھرا ہوا؛ ''سَخَطَ'' ناراضگی، غضب، غصہ؛ ''عَشَّش الطائر ''پرندے نے گھونسلہ بنایا؛ ''فَرَّخَتِ الطَّائرَةُ''پرندے نے بچہ دیا؛ ''دَرَج الصبی او الرجل ''بچے کا چلنا یا مرد کا سیڑھیاں چڑھنا؛ ''نَهَض '' کھڑا ہوا۔

ترجمہ: یہ دل سخت ہیں، اور نفس سرکش ہیں، اور جسم اللہ تعالی کی ناراضگی اور رسول خداؐ کی لعنت و نفرین سے پُر ہو چکے ہیں، ان میں شیطان نے آشیانہ بنالیا ہے اور زاد وولد کی ہے، تم جیسا اور کون ہے جو ایسے راستہ پر چلا اور ایسی جگہ سے اٹھا ہو؟!۔

تشریح

یزید کی باطنی حالت کا بیان

اس جملہ میں سیدہ زینبؑ نے یزید اور اُس کے ساتھیوں کی باطنی حالت کو بیان کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ اُن کے دل سخت ہو چکے ہیں اور اُن کی طبیعتوں میں سرکشی رچ بس گئی ہے، اور اُن کے اعمال و کردار کے نتیجہ میں اُن کی تقدیر خدا کی ناراضگی اور رسول خداؐ کی لعنت و نفرین سے پُر ہے، اور یہ شیطانی خواہشات کی تکمیل کا مرکز بن چکے ہیں اور اپنی اس نجس باطنی کیفیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں۔

ایمانی اور شیطانی کردار

انسانی دنیا میں دو طرح کے کردار پائے جاتے ہیں: ایک ایمانی کردار ہوتا ہے جہاں انسان

اطاعت و تقوی کے ذریعہ اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جسے عین اللہ، ید اللہ اور نفس اللہ کی منزل کہا جاتا ہے، اور دوسرا شیطانی کردار ہوتا ہے جہاں انسان اپنی سرکشی کی بنا پر مکمل طور پر شیطان کا آلہ کار بن جاتا ہے، ایسے افراد کا دل شیطان کا آشیانہ بن جاتا ہے اور وہیں سے شیطان کی زاد وولد ہوتی ہے یعنی شیطان انہی کے ذریعہ سے لوگوں کی گمراہی کے اسباب فراہم کرتا ہے، مذکورہ جملات میں سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کو ایسے ہی شیطانی کردار کا حامل قرار دیا جو شیطان کا آلہ کار اور اسلامی معاشرے کی گمراہی کا ذریعہ بن چکا تھا۔

بنی امیہ اور شیطان کی پیروی

جب شیطان اپنے وسوسے کے مقابلے میں انسان کو اپنا تابع پاتا ہے تو اس کے دل وفکر اور اس کے وجود میں آشیانہ بنالیتا ہے اور پھر انسان کی خواہشات اور اس کے ارادوں کو اپنا تابع بنا کر خود اُسی کے ذریعہ اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہناتا ہے۔

جب شیطان ایسے انسان کو اپنا پیروکار پاتا ہے تو اُس میں برائیوں اور بدکاریوں کی مختلف اقسام کو راسخ کرکے اُس کو انسانی فطرت سے دور کر دیتا ہے پھر ایسے انسان کی نظر میں شریعت اور خدائی قوانین کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور وہ نہایت آسانی کے ساتھ خود کو ہر طرح کے گناہ اور فسق وفجور سے آلودہ کرلیتا ہے، پھر جب بھی شیطان کوئی برا فعل کروانا چاہے تو ایسے انسان کے ذہن اور خیال میں اُس پلید فکر کو ایجاد کرتا ہے اور وہ انسان اپنے اعمال کے نتیجہ اور اپنی آخرت سے بے خبر ہر طرح کے شیطانی افکار کو عملی جامہ پہناتا ہے۔

ایسے ہی افراد کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''ان لوگوں نے شیطان کو اپنے امور کا مالک و مختار بنالیا ہے اور شیطان نے انہیں اپنے آلہ کار کے طور پر چن لیا ہے، شیطان نے اُن کے سینوں میں انڈے اور بچے دیئے ہیں اور جو انہی کی گود میں پلے بڑھے ہیں، پھر شیطان نے انہی کی آنکھ سے دیکھا اور اور انہی کی زبان سے بولا، پھر شیطان نے انہیں گمراہی کے راستہ پر لگا دیا اور ان کے لئے غلط چیزوں کو آراستہ کر دیا ہے جیسے کہ اُس نے

انہیں اپنے کاروبار میں شریک بنا لیا ہو اور اپنے حرفِ باطل کو انھیں کی زبان سے ظاہر کرتا ہو"۔[۱]

امام حسینؑ نے بھی اپنے قیام کے آغاز میں یزید اور اُس کے ساتھیوں کیلئے ایسی ہی تعبیر بیان کی اور بنی امیہ کے ناخلف فرزندوں کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا: "یہ ایسی قوم ہے جنہوں نے شیطان کی اطاعت مول لی ہے اور خداوند رحیم کی اطاعت کو ترک کیا ہے، زمین پر کھلم کھلا فساد کیا اور خدا کے حدود اور قوانین کو معطل کر دیا، انہوں نے آل رسولؐ کے حق پر قبضہ کر لیا، اللہ کی طرف سے حرام چیزوں کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام کر دیا ہے"۔[۲]

پس سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اِن جملات میں یزید کیلئے وہی تعبیر استعمال فرمائی جو امیر المومنینؑ نے اپنے ایک خطبہ میں بنی امیہ کے لئے اور امام حسینؑ نے یزید اور اس کے ساتھیوں کیلئے بیان فرمائی تھی۔

فَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ لِقَتْلِ الْأَتْقِيَاءِ، وَأَسْبَاطِ الْأَنْبِيَاءِ، وَسَلِيلِ الْأَوْصِيَاءِ، بِأَيْدِي الطُّلَقَاءِ الْخَبِيثَةِ، وَنَسْلِ الْعَهَرَةِ الْفَجَرَةِ

معانی: "الأَتْقِيَاء" متقی کی جمع ہے اور یہاں امام حسینؑ اور آپ کی رکاب میں شہید ہونے والے صاحبانِ ایمان مراد ہیں؛ "الأَسْبَاط" سبط کی جمع یعنی پوتے؛ "السَلِيل" یعنی

---

۱. اتَّخَذُوا الشَّيْطَانَ لِأَمْرِهِمْ مِلَاكاً، وَ اتَّخَذَهُمْ لَهُ أَشْرَاكاً، فَبَاضَ وَ فَرَّخَ فِي صُدُورِهِمْ، وَ دَبَّ وَ دَرَجَ فِي حُجُورِهِمْ، فَنَظَرَ بِأَعْيُنِهِمْ وَ نَطَقَ بِأَلْسِنَتِهِمْ، فَرَكِبَ بِهِمُ الزَّلَلَ، وَ زَيَّنَ لَهُمُ الْخَطَلَ، فِعْلَ مَنْ قَدْ شَرِكَهُ الشَّيْطَانُ فِي سُلْطَانِهِ، وَ نَطَقَ بِالْبَاطِلِ عَلَى لِسَانِه (نہج البلاغہ: خطبہ ۷؛ بحارالانوار (علامہ مجلسی): ج ۳۴ ص ۲۱۱).

۲. أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ لَزِمُوا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ، وَ تَوَلَّوْا عَنْ طَاعَةِ الرَّحْمَنِ، وَ أَظْهَرُوا الْفَسَادَ، وَ عَطَّلُوا الْحُدُودَ، وَ اسْتَأْثَرُوا بِالْفَيْءِ، وَ أَحَلُّوا حَرَامَ اللَّهِ وَ حَرَّمُوا حَلَالَهُ (بحارالانوار (محمد باقر مجلسی): ج ۴۴ ص ۳۸۲؛ تاریخ الامم والملوک (طبری): ج ۴ ص ۳۰۴).

اولاد؛ ''الطُّلَقَاء'' یعنی آزاد شدہ افراد، اور اس سے مراد فتح مکہ کے بعد گرفتار ہونے والے وہ کفار ومشرکین ہیں جنہیں رسول خداﷺ نے آزاد کر دیا تھا اور اُن میں ابوسفیان اور معاویہ بھی شامل تھے؛ ''الخَبِیْث'' ناپاک اور نجس؛''اَلْعَهر'' زناکار، بدکار؛ ''فَجَرَة'' فاَجر کی جمع یعنی زانی، گنہگار۔

ترجمہ: آہ، بہت تعجب ہے کہ پاک ونجیب لوگ، نبیﷺ زادے اور اوصیاء کی اولاد؛ ناپاک طلقاء (آزاد شدہ غلام)، بدکاروں اور زناکاروں کی اولاد کے ہاتھوں قتل کر دیئے جائیں!!!

تشریح

نسلِ بنی امیہ کی رسوائی

اگرچہ سیدہ زینبؑ کا یہ پورا خطبہ ہی آپؑ کی شجاعت کی دلیل ہے لیکن اس خطبہ کے مذکورہ جملات آپؑ کی نہایت درجہ شجاعت کا عکاس ہیں۔

اس مطلب کا صحیح اندازہ اُسوقت ہوتا ہے جب اُس ماحول کو پیش نظر رکھا جائے جس ماحول میں یہ خطبہ دیا گیا، کیونکہ اُسوقت یزید بن معاویہ پوری اسلامی دنیا کے سربراہ کی حیثیت سے تختِ خلافت پر براجمان تھا، غرور وتکبر میں چور چور خود کو کربلا کی جنگ کا فاتح سمجھتے ہوئے اپنے خاندان کے مرے ہوئے بزرگوں کو یاد کر رہا تھا لیکن اچانک سیدہ زینبؑ نے بھرے دربار میں یزید اور اس کے ہمنواؤں کے سامنے اُس کی پوری نسل کو ناپاک، بدکار اور زناکار قرار دیا۔

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہل بیتؑ سے بغض عناد رکھنے والا خاندان یقینا ایسا ہی ہوگا کیونکہ رسول خداﷺ کے فرمان کے مطابق جو شخص اہل بیتؑ کا حق نہیں پہچانتا اُس میں تین چیزوں میں سے ایک پائی جاتی ہے: وہ یا منافق ہے، یا حرامزادہ ہے اور یا ایسا شخص ہے

کہ اُس کی ماں حیض میں حاملہ ہوئی ہے۔[۱]

حضرت زینب کبری علیہا السلام نے اپنے ان جملات کے ساتھ یزید اور اُس کی پوری نسل کی پیشانی پر ننگ و عار کا ایسا ابدی اور ہمیشہ رہنے والا داغ لگادیا جو یزید اور اُس کے خاندان کی پیشانی سے کبھی مٹ نہیں سکے گا۔

امام حسین علیہ السلام اور یزید کے بعض نسلی امتیازات

سیدہ زینب علیہا السلام بنی امیہ کی بدکار نسل کے ہاتھوں اپنے سرفراز اور باعظمت خاندان کے قتل ہونے پر تعجب کرتے ہوئے فرماتی ہیں: بڑے تعجب کی بات ہے کہ انبیاء واوصیاء کی پاک و پاکیزہ اولاد، خبیث و ناپاک اور فاسق و فاجر لوگوں کی اولاد کے ہاتھوں قتل کر دی جائے۔

یقینا تاریخ کے عجائب میں سے ایک عجیب حقیقت یہ ہے کہ خدا کی مخلوق سے پاک و پاکیزہ اور چنے ہوئے افراد، زمانے کے فاجر وبدکار ترین افراد کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے! اور یہ بھی زمانے کی عادت ہے کہ ہمیشہ نیک وصالح لوگوں کے مقابلے میں زمانے کے بدترین افراد ہی آتے ہیں، اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلے میں ابلیس آیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلے میں نمرود، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے مقابلے میں ابوسفیان وغیرہ اور سید الشھداء علیہ السلام کے مقابلے میں یزید پلید آیا۔ اس لحاظ سے واقعہ کربلا اگرچہ دوسرے بہت سے تاریخی واقعات کی طرح ہے لیکن اس عظیم واقعہ اور دوسرے واقعات میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ دوسرے تمام واقعات میں دشمن خدا، دشمن بن کے سامنے آیا، جبکہ

---

۱. قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ: مَنْ لَمْ يَعْرِفْ حَقَّ عِتْرَتِي... فهو لإحْدَي ثَلاَثٍ: إمَّا منافق، و إمَّا لِزِنْيَة، وَإمَّا امْرَؤ حَمَلَتْ به أمُّهُ لِغَيْر طُهْر؛ اس حدیث کو اہل سنت کے کئی بزرگوں نے نقل کیا ہے مثلا: شعب الایمان (بیہقی): ج ۲ ص ۲۳۲، میزان الاعتدال فی نقد الرجال (ذہبی): ج ۳ ص ۱۴۸، ط اول ۱۳۸۲ھ، دار المعرفہ بیروت.

یزید بن معاویہ اسلام کی نقاب اوڑھ کر اسلام کے نام پر ہی امام حسینؑ کے مقابلے میں آیا، اس لئے ضروری تھا کہ دنیائے اسلام کے سامنے یزید کی حقیقت واضح کی جائے لہٰذا سیدہ زینبؑ نے یزید کے سامنے بھرے دربار میں اُسے بدکاروں کی اولاد کہا تاکہ قیامت تک آنے والے ہر باشعور انسان کے سامنے یزید اور اس کے خاندان کی حقیقت کھل جائے۔

امام حسینؑ کے قتل میں شریک افراد کا حرامزادہ ہونا

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس جملہ میں صرف یزید ہی کو بدکاروں اور فاجروں کی اولاد نہیں کہا بلکہ تاکید فرمائی کہ پرہیز گار اور اولادِ پیغمبرؐ کے تمام افراد، بدکاروں اور زناکاروں کی ناجائز اولاد کے ہاتھوں قتل ہوئے، یعنی کربلا میں آل رسولؐ کو قتل کرنے والے تمام افراد زنا اور حرام کی اولاد تھے لہٰذا اگر تاریخ کی معتبر کتب کو دیکھا جائے اور کربلا میں امام حسینؑ کے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے والے، یزید، ابن زیاد اور شمر سے لیکر وہ تمام افراد جنہوں نے آپؑ کے لاشہ اقدس پر گھوڑے دوڑائے، اگر ان سب افراد کے حسب ونسب کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ یہ سب حرام کی اولاد تھے چنانچہ ان کے باپ کی تعیین کیلئے عجیب وغریب واقعات ذکر ہوئے ہیں۔[1]

یہی وجہ تھی کہ امام حسینؑ نے بھی اپنے قیام کی ابتداء میں ایسی ہی تعبیر ابن زیاد کے بارے میں بھی استعمال کی اور فرمایا: أَلَا إِنَّ الدَّعِيَّ ابْنَ الدَّعِيِّ قَدْ رَكَزَ بَيْنَ اثْنَتَيْنِ بَيْنَ السَّلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَهَيْهَاتَ... ؛ جان لو، زنازادہ کی اولاد زنازادہ نے مجھے دو چیزوں کے درمیان مجبور کر دیا ہے، موت یا ذلت، البتہ ذلت ہم سے دور ہے...۔[2]

---

۱. اس بارے میں مزید مطالعہ کیلئے ہشام بن کلبی کی کتاب ''مثالب العرب''، اور شیخ مفلح بن حسین بحرانی کی کتاب ''الزام النواصب'' کا مطالعہ کریں.
۲. بحارالانوار (محمد باقر مجلسی): ج ۹ ص ۴۵.

ابو عمر زاھد کہتے ہیں: ہم نے امام حسین علیہ السلام کے لاشہ اقدس پر گھوڑے دوڑانے والے دس افراد کے نسب پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ سب حرامزادہ تھے۔[1]

تَنْطِفُ أَكُفُّهُمْ مِنْ دِمَائِنَا، وَتَتَحَلَّبُ أَفْوَاهُهُمْ مِنْ لُحُومِنَا

معانی: '' تَنْطِف '' یعنی ٹپکتا ہے، تھوڑا تھوڑا بہتا ہے؛ ''الکَف '' یعنی ہتھیلی؛ ''تَحَلَّبَ فَمُهُ'' یعنی اُس کے منہ سے پانی بھر آیا؛ ''لُحُومِ ''، لَحْم کی جمع، یعنی گوشت۔

ترجمہ: ہمارا خون اُن کے ہاتھوں سے ٹپک رہا ہے، اور ہمارے گوشت سے ان کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔

تشریح

یزید کے خاندان کی آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ شدید دشمنی کا بیان

سیدہ زینب علیہا السلام نے مذکورہ جملات میں بلاغت کا استعارہ استعمال کرتے ہوئے بنی امیہ کی آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ شدید عدوات اور سخت دشمنی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ بدکار طلقاء (آزاد شدہ غلام) اور زناکار خاندان کی ناپاک نسل کے ہاتھ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے خون سے رنگین ہیں اور اُن کے دلوں میں اہل بیت علیہم السلام کا بغض و کینہ اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سے عداوت اس قدر شدید ہے کہ اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے خون میں اپنے ہاتھ رنگین کرنے کے باوجود ہمارے خون کے پیاسے ہیں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ سیدہ زینب علیہا السلام کے ان کلمات میں سے پہلا جملہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور دوسرا جملہ یزید کی دادی ہندہ کی طرف اشارہ ہو جس نے غزوہ احد میں رسول

---

۱. الملھوف (سید بن طاؤس): ص ۱۸۳.

خداﷺ کے چچا حضرت حمزہؑ کا بدن چاک کرکے جگر نکال کر چبایا تھا۔

بہرحال سیدہ زینبؑ نے ان الفاظ کے ذریعہ دشمنوں کے دلوں میں اہل بیتؑ کے شدید بغض وکینہ اور خاص طور پر امام حسینؑ کے ساتھ دشمنی کی شدت کو بیان کیا ہے۔

وَ لِلْجُثَثِ [تِلكَ الْجُثَثِ] الزَّاكِيَةِ عَلَى الْجُبُوبِ الضَّاحِيَةِ، تَنْتَابُهَا الْعَوَاسِلُ، وَ تُعَفِّرُهَا أُمَّهَاتُ الْفَوَاعِلِ [الْفَرَاعِلِ]

معانی: ''الْجُثَث'' یعنی بے جان بدن، لاشے؛ ''الْجُبُوب'' یعنی خاک ومٹی، اور یہی لفظ سخت یا چٹانوں سے بھری ہوئی زمین کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے؛ ''الضَّاحِيَةِ'' أرض ضاحية ایسی صحرائی زمین جس پر کوئی پودا یا درخت وغیرہ نہ ہو؛ ''تَنْتَابُ'' پے در پے حملے کرنا؛ ''الْعَوَاسِل'' العاسل کی جمع یعنی بھیڑیئے؛ ''تُعَفِّرُ'' یعنی خاک آلود کرتے یا مٹی میں لتھڑتے ہیں؛ ''الْفَرَاعِلُ'' الفرعل کی جمع، یعنی درندہ حیوانات کا ٹولہ۔

ترجمہ: اور بیابان کی خاک پر پڑے ہوئے وہ پاک وپاکیزہ لاشے، جن کے ساتھ بھیڑیئے سرکشی کرتے رہے، اور درندہ حیوانات کے ٹولے انہیں خاک آلود کرتے رہے۔

تشریح

شہادت کے بعد امام حسینؑ کی مظلومیت

سیدہ زینبؑ نے اس جملہ میں امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپؑ کی مظلومیت اور بیکسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

عقیلہ بنی ہاشمؑ کے اس جملہ میں بھیڑیئے سے مراد درندے نہیں ہیں کیونکہ اگرچہ عام طور پر اگر کسی صحرا و بیابان میں کوئی شخص مر جائے اور اُس کا جسم وہیں پڑا رہے تو بھیڑیئے اُس لاش کی بو سونگھ کر اُس کی طرف لپک پڑتے ہیں لیکن اہل بیت اطہارؑ اور آپ کے اعوان و

انصار کے پاک و پاکیزہ لاشے تین دن تک زمین کربلا پر بے گور و کفن پڑے رہے لیکن کسی حیوان کی جرات نہ ہوئی کہ ان کے لاشوں کی طرف لپکے، اس بنا پر سیدہ زینبؑ کے اس جملہ میں بھیڑیئے سے مراد درندے حیوان نہیں ہیں بلکہ بھیڑیا صفت انسان مراد ہیں جنہوں نے عاشور کے دن امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کو نہایت ظلم و جفا کے ساتھ شہید کیا تھا، لہٰذا گویا سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے ان جملات میں قاتلان امام حسینؑ کو بھیڑوں سے تشبیہ دی ہے۔

خود امام حسینؑ نے بھی عراق کی طرف سفر کرنے سے پہلے مکہ میں جو خطبہ دیا اُس میں یہی تعبیر استعمال کرتے ہوئے فرمایا تھا:... وَ خُيِّرَ لِي مَصْرَعٌ أَنَا لَاقِيهِ كَأَنِّي بِأَوْصَالِي يَتَقَطَّعُهَا عُسْلَانُ الْفَلَوَاتِ بَيْنَ النَّوَاوِيس وَ كَرْبَلَا...؛ "... اور میرے لئے ایک مقتل گاہ پہلے سے انتخاب ہو چکی ہے جسے میں ضرور پاؤں گا اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ نواویس اور کربلا کے درمیان کچھ صحرائی بھیڑیئے میرے جسم کو پارہ پارہ کر رہے ہیں... "۔[1]

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے مذکورہ جملات کے فوراً بعد عاشور کے دن امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپؑ کے لاشہ اقدس پر گھوڑے دوڑانے والے دس افراد پر مشتمل گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وَ تُعَفِّرُهَا الْفَرَاعِلُ "اور درندہ حیوانات کے ٹولے انہیں خاک آلود کرتے رہے"۔

راوی کہتا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عمر سعد نے آواز دی: کون ہے جو حسینؑ کے لاشے کو گھوڑے کے سموں سے پامال کرے؟ لشکر یزیدی میں سے دس افراد آگے بڑھے اور مظلوم کربلا کے لاشہ پر گھوڑوں کو اتنا دوڑایا کہ سیدالشھداء کے سینہ اور کمر کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں، پھر امام حسینؑ کے لاشہ کی پامالی کے بعد یہی دس افراد ابن زیاد کے پاس

---

۱. بحارالانوار (محمد باقر مجلسی): ج ۴۴ ص ۳۶۷، باب ۳۷.

گئے اور یہ شعر پڑھا:

نَحْنُ رَضَضْنَا الصَّدْرَ بَعْدَ الظّهْرِ بِكُـلِّ يَعْبُـوْب شَـدِيْدَ الأسـرِ

"ہم نے ظہر کے بعد حسینؑ کے جسم پر گھوڑے دوڑائے یہاں تک کہ آپؑ کے سینہ کی ہڈیاں نرم ہو گئیں"۔

ابن زیاد نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: نَحْنُ الَّذِيْنَ وَطَئنَا بِخَيُوْلِنَا ظَهْرَ الْحُسَيْنِ حَتّى طَحَنَا جَنَاجِنَ [حَنَاجِرَ] صَدْرَهُ "ہم نے اپنے گھوڑوں کے ذریعہ حسینؑ کی کمر کو پامال کیا یہاں تک کہ آپؑ کے سینہ کی ہڈیاں پیس ڈالیں"۔[۱]

فَلَئِن اتَّخَذْتَنَا مَغْنَماً، لَتَجِدُ بِنَا وَشِيكاً مَغْرَماً [مُغْرَما]، حِينَ لَا تَجِدُ إِلَّا مَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ، وَمَا اللهُ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ.

معانی: "مَغْنَماً" یعنی جنگ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والا مال غنیمت؛ "وَشِيكاً" بہت جلد؛ "مَغْرَماً" غرامت دینے والا، نقصان کی تلافی کرنے والا۔

ترجمہ: آج اگر تم نے ہمیں غنیمت سمجھ کر گرفتار کیا ہے تو یقینا بہت جلد اسی غنیمت کے بدلے میں تمہیں جرمانہ ادا کرنا پڑے گا، جبکہ اُس وقت تمہارے پاس اپنے کئے ہوئے (بُرے) اعمال کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گا، اور اللہ اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔

تشریح

کربلا کے ظلم و ستم کا اصل مجرم؟

مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ جب یزید نے واقعہ کربلا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے حالات کو اپنی حکومت کے لئے خطرہ محسوس کیا تو مکاری سے کام لیتے ہوئے کربلا کے واقعہ کی تمام

---

۱. حوالہ سابق: ج۴۵ص۵۹؛ اللھوف (سید ابن طاؤس): ص۸۰.

ذمہ داری ابن زیاد کی گردن پر ڈال دی اور اُسے لعنت ملامت کرتے ہوئے ہر ممکن کوشش کی کہ خود کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں بے گناہ ثابت کرے۔ اسی لئے جب یزید نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام سجاد علیہ السلام سے کہا کہ اگر کوئی حاجت ہے تو بتائیں تا کہ اُسے پورا کروں، تو امام سجاد علیہ السلام نے اُس کے مکر وفریب سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میرے بابا کے قاتل کو نامزد کیا جائے، یزید نے اپنے درباریوں کے مشورہ سے ''خولی'' کو نامزد کیا اور اُسے دربار میں بلایا، جب وہ سامنے آیا تو کہنے لگا: حسین بن علی علیہ السلام کا قاتل ''سنان بن اِنس'' ہے، جب اُسے بلایا گیا تو وہ کہنے لگا: حسین بن علی علیہ السلام کا اصل قاتل ''شمر'' ہے، پھر جب شمر کو بلایا گیا تو وہ کہنے لگا: میں تمہیں سچ بتاؤں کہ حسین بن علی علیہ السلام کا قاتل کون ہے؟ کہا گیا: بتاؤ، شمر نے کہا: حسین بن علی علیہ السلام کا قاتل وہ ہے جس نے سپاہیوں کیلئے خزانے کے دروازے کھول دیئے اور انہیں حسین بن علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے کربلا روانہ کیا؛ اُسوقت یزید نہایت شرمندگی کے ساتھ چیخ چیخ کر کہنے لگا: اٹھو اور یہاں سے چلے جاؤ، خدا تم سب پر لعنت کرے۔[1]

امام سجاد علیہ السلام سے پہلے سیدہ زینب علیہا السلام نے یزید کے اس حربہ کو ناکارہ بنایا اور اپنے خطبہ میں یزید کو کربلا کی تمام مصیبتوں کا اصل مجرم قرار دیا جس کے بعد یزید قیامت تک خود کو کربلا کے جرم سے بری نہیں کر سکتا، لہٰذا سیدہ زینب علیہا السلام کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ: اے یزید تیرے حکم کی بنا پر ہمیں اسیر کیا گیا اور تیرے سپاہیوں نے ہمارے ساتھ اسیروں اور جنگ میں حاصل ہونے والی غنیمت جیسی رفتار کی لیکن یاد رکھو کہ بہت جلد اپنے گناہوں کی زنجیروں میں اسیر ہو جاؤ گے پھر تمہیں اپنے کیئے ہوئے ظلم وستم کے بدلہ میں تاوان دینا پڑے گا، لیکن جب تم خدا کی عدالت میں پیش ہو گے تو تمہارے ہاتھ خالی ہوں گے، تمہارے نامہ اعمال میں جرم و

---

۱. امام خمینی وفرہنگ عاشورا: ص۳۴۱؛ بحوالہ ریاض القرآن: ج ۲ ص ۳۳۳.

جنایت کے علاوہ کچھ نہیں ہو گا، اُسوقت تم اپنے آپ کو ذلیل و رسوا پاؤگے اور کوئی تمہارا یاور و مددگار نہیں ہو گا۔

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے ان جملات سے گویا قرآن مجید کی بعض آیات کی طرف اشارہ فرمایا جن میں اللہ تعالی سے ظلم وستم کی نفی کی گئی ہے،[1] اور یہ نکتہ واضح کیا کہ اللہ تعالی یقینا ہم پر آنے والے مصائب اور مظالم کا بدلہ لے گا کیونکہ مظلوم کا انتقام نہ لینا بھی گویا ظلم ہے جبکہ اللہ تعالی ہر گز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

وَ إِلَى اللهِ الْمُشْتَكَى وَالْمُعَوَّلُ، وَإِلَيْهِ الْمَلْجَأُ وَالْمُؤَمَّل

معانی: '' الْمُشْتَكَى ''یعنی جس سے شکوہ وشکایت کی جائے؛''الْمُعَوَّلُ''جس سے فریاد کی جائے، جس پر بھروسہ کیا جائے؛'' الْمَلْجَأ '' پناہگاہ؛''الْمُؤَمَّل '' جس سے امید ہو۔

ترجمہ: اور میں اللہ ہی کی بارگاہ میں تمہاری شکایت کرتی ہوں اور خدا پر ہی میرا بھروسہ ہے، وہی پناہ گاہ ہے اور اُسی سے میری امید وابستہ ہے۔

تشریح

خدا کی ذات بہترین مددگار

سیدہ زینبؑ نے آل رسولؐ پر گزرنے والے مصائب بیان کرنے کے بعد یہ نکتہ واضح کرنا چاہا کہ میں ان تمام مصائب اور مظالم کی شکایت صرف خدا سے کرتی ہوں، اور اُسی پر توکل کرتے ہوئے مدد طلب کرتی ہوں، کیونکہ اللہ تعالی تمہارے اعمال سے اچھی طرح واقف ہے اور وہی تمہارے دل کے بھید بھی خوب جانتا ہے، اور وہی بہترین انتقام لینے والا بھی ہے،

---

۱. ﴿وَأَنَّ اللهَ لَيسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ سورہ آل عمران (۳) آیت ۱۸۲؛ سورہ انفال (۸) آیت ۵۱؛ سورہ حج (۲۲) ۱۰؛ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ سورہ فصلت (۴۱) آیت ۴۶.

لہٰذا اِن تمام مصائب وآلام میں خدا ہی ہمارا قاضی اور وکیل ہے اور میری تمام امیدیں صرف اُسی سے وابستہ ہیں کہ وہ تمہیں تمہارے اعمال کی سزا ضرور دے گا۔

اس طرح گویا سیدہ زینبؑ نے ہر مسلمان کو درس دیا کہ ہر انسان کا اصل بھروسہ خدا ہی ہونا چاہیے، آخر انسان اپنے خدا پر بھروسہ کیوں نہ کرے؟! ﴿أَلَيسَ اللهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾ "کیا خدا اپنے بندوں (کی مدد) کیلئے کافی نہیں ہے؟!"[۱] یقیناً خدا ہی بہترین مددگار اور پناہگاہ ہے لہٰذا ہر انسان کو صرف خدا ہی سے امید لگانا چاہیے اور زندگی کے ہر نشیب و فراز میں اُسی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

ثُمَّ كِدْ كَيْدَكَ، [وَ اسْعَ سَعْيَكَ] وَاجْهَدْ جُهْدَكَ [وَ نَاصِبْ جُهْدَكَ]، فَوَ [اللهِ] الَّذِي شَرَّفَنَا بِالْوَحْيِ وَالْكِتَابِ، وَالنُّبُوَّةِ وَالِانْتِخَابِ [الِانْتِجَابِ]، لَا تُدْرِكُ أَمَدَنَا، وَلَا تَبْلُغُ غَايَتَنَا، وَلَا تَمْحُوْا ذِكْرَنَا، [وَ لَا تُمِيتُ وَحْيَنَا]، وَلَا تَرْحَضُ عَنْكَ عَارُنَا

معانی: "كَيْد" مکر وفریب، کسی کو نقصان پہنچانے کیلئے پنہان ارادہ؛ "جَهَدَ جُهدًا" اُس نے بہت کوشش کی؛ "الِانْتِجَابِ" چناؤ، پسند کرنا؛ "أَمَد" کسی چیز کی انتہا؛ "الغَايَة" کسی چیز کی انتہا اور آخری حد؛ "مَحْو" مٹانا؛ "رَحْض" یعنی دھونا۔

ترجمہ: (اے یزید) پھر بھی جو مکر و فریب کر سکتے ہو کر لو، اور پوری کوشش کر کے دیکھ لو، لیکن اُس خدا کی قسم جس نے ہمیں وحی، قرآن اور نبوت وانتخاب سے شرفیاب فرمایا ہے، تم ہماری انتہا کو درک نہیں کر سکتے، ہماری انتہاء اور بلندی کو نہیں چھو سکتے، ہمارا ذکر نہیں مٹا سکتے [ہم پر نازل ہونے والی وحی (قرآن) کو ختم نہیں کر سکتے] اور تم اس ظلم وستم کے دھبہ کو اپنے دامن سے کبھی نہیں دھو سکو گے۔

---

۱. سورہ زمر (۳۹) آیت ۳۶.

تشریح

آلِ رسولؐ کی عظمت کا بیان

سیدہ زینبؑ نے ان جملات میں اپنی خاندانی عظمت کو بیان کیا اور اپنے حسب و نسب پر فخر و مباہات کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہمیں وحی، قرآن اور نبوت کے ساتھ شرفیاب فرمایا ہے اور یہ ایسی فضیلت ہے کہ اگرچہ ہمیں قتل کر دیا جائے یا اسیر کرکے بازاروں اور درباروں میں لے جایا جائے لیکن لاکھ کوششوں کے باوجود کوئی ہم سے ہماری یہ فضیلت چھین نہیں سکتا، اس طرح سیدہ زینبؑ نے دربار میں موجود تمام افراد پر واضح کیا کہ میں خاندان نبوت سے تعلق رکھتی ہوں، اور جس پر قرآن نازل ہوا وہ رسول خداؐ میرے ہی نانا ہیں۔

اور گویا اسی جملہ میں امیر المومنینؑ کی دخترؑ نے یزید کو طعنہ بھی دیا کہ تمہیں کس چیز پر افتخار ہے؟! کیا تمہارا خاندان میرے خاندان کی برابری کر سکتا ہے؟؟!

امام حسینؑ کے ساتھ جنگ میں یزید کا اصل مقصد

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے ان مختصر کلمات میں اپنے فضائل بھی بیان کیے اور یزید کا تعارف بھی کروایا، چنانچہ واضح کیا کہ یزید کا اصل مقصد صرف امام حسینؑ سے بیعت لینا نہیں تھا بلکہ وہ اس بیعت کو بہانہ بنا کر دو اہم مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا: ایک محمد و آل محمدؑ کا ذکر مٹانا اور دوسرا قرآن مجید کو نابود کرنا۔

سیدہ زنیبؑ نے اس حقیقت کو برملا کرکے یزید کو اسی کے دربار میں رسوا کیا اور ان جملات کے ذریعہ دربار میں بیٹھے افراد پر واضح کیا کہ یزید کچھ بھی کر سکتا ہے لیکن وحی اور اسلام کو نہیں مٹا سکتا اور اس طرح محفل میں بیٹھے ہوئے سارے افراد اس حقیقت سے باخبر ہوئے کہ یزید کو خلیفہ رسول تو درکنار مسلمان بھی نہیں کہا جاسکتا۔

البتہ سیدہ زینبؑ کے ان جملات سے یزید کا ایک اور مقصد بھی واضح ہوتا ہے جس کی طرف عقیلہ بنی ہاشمؑ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''تم ہماری انتہا کو درک نہیں کر سکتے، ہماری عظمت کی بلندی کو نہیں چھو سکتے''؛ گویا یزید اپنی حکومت کے زور پر یہ چاہتا تھا کہ وہ بھی عام لوگوں کی نظروں میں آل محمدؑ جیسے مقام و مرتبہ کو حاصل کرے، اور اسے وہی عزت و احترام حاصل ہو جو رسول خداﷺ کے اہل بیتؑ کو حاصل تھا، یزید نے اسی حسد اور کینہ کی بنا پر امام حسینؑ کی بیعت کو بہانہ بنا کر آل رسولﷺ کے ساتھ جنگ کی اور اپنی خام خیالی میں گویا اہل بیتؑ کے مقام و مرتبہ کو گھٹاتے ہوئے انہیں رسوا کیا اور خود عزت پائی۔ لیکن سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے ذریعہ سے یزید کے اس ناپاک عزم سے بھی پردہ اٹھایا اور پھر اپنی عظمت کو بیان کیا۔

نورِ خدا کبھی مٹ نہیں سکتا

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں نہایت واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيأْبَى اللهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منھ سے (پھونک مار کر) خدا کے نور کو بجھا دیں جبکہ خدا یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے، چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔[۱]

سیدہ زینبؑ نے گویا اسی آیت کے پیش نظر واقعہ کربلا کے اصلی مجرم پر اپنے خشم وغضب کی ایک اور کاری ضرب لگاتے ہوئے فرمایا: اے یزید تو اپنے تمام مکر و حیلوں کو استعمال کرلے اور اپنی پوری طاقت آزمالے، اپنی سیاسی جد و جہد کو مزید تیز کردے، لیکن خدا کی قسم تو ہماری یاد کو نہیں مٹا سکتا اور وحی الہی کو نابود نہیں کر سکتا ہے۔

سیدہ زینبؑ کے اس جملہ کی حقیقت زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ دنیا کے سامنے واضح

---

۱. سورہ توبہ (۹) آیت ۳۲.

ہو چکی ہے کہ کربلا میں یزیدی لشکر کے مقابلے میں جان کی بازی لگانے والے امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب و انصار اس جنگ کے حقیقی فاتح تھے، اور ظاہری فتح پانے والا یزید درحقیقت شکست خوردہ تھا؛ بقول اقبال:

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے — اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یزید نے کربلا کے ظلم و ستم کے ذریعہ امام حسینؑ کی ذات اور آپؑ کے ذکر کو مٹانے کی کوشش کی، مگر آج دنیا کا ہر فرد اس بات سے خوب واقف ہے کہ امام حسینؑ قتل ہو کر بھی زندہ ہیں، جبکہ یزید ظاہری فتح کے باوجود مٹ چکا ہے؛ یزیدیت کا چراغ کربلا کے فورا بعد گل ہو گیا لیکن حسینیت کا چراغ آج بھی روشن ہے۔

آل محمدؑ کا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے اس حصہ میں نہایت اعتماد اور یقین کے ساتھ قسم اٹھاتے ہوئے یزید کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ تم چاہے کچھ بھی کر لو لیکن ہمارا خاتمہ نہیں کر سکو گے بلکہ آل محمدؑ کا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا۔

سیدہ زینبؑ گویا یزید کو یہ بتانا چاہتی ہیں کہ تم سے پہلے تمہارے اسلاف نے بھی یہی کوشش کی ہے لیکن جیسے وہ سب ظاہری قدرت رکھنے کے باوجود اپنے ناپاک عزائم میں ناکام ہوئے ویسے ہی تم بھی ناکام ہو گے، کیونکہ آل محمدؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق ہمیشہ کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

اور شاید سیدہ زینبؑ اپنے ان جملات کے ذریعہ اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہوں کہ یزید کا مقصد یہ تھا کہ لوگ کربلا کے واقعہ اور امام حسینؑ کی شہادت کو ایک وقتی حادثہ سمجھ کر بھول جائیں گے، لہٰذا سیدہؑ نے یزید سمیت دربار میں موجود سب افراد کو خبردار کیا کہ کربلا کا واقعہ اور امام حسینؑ کی شہادت کبھی چھپ نہیں سکتی۔

یزید کی دائمی رسوائی

سیدہ زینب علیہا السلام نے مذکورہ جملات میں سے آخری جملہ میں یزید کے مستقبل کو بیان کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ رہتی دنیا تک ذلت ورسوائی یزید مقدر بن جائے گی۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ اگرچہ یزید نے کربلا کے بعد جب اپنی حکومت کی گرفت کو کمزور ہوتے دیکھا اور ہر طرف یہ چرچا ہو گیا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے نواسہ کا قاتل ہے، تو اُس نے اپنے آپ کو ذلت ورسوائی سے بچانے کیلئے سید الشہداء علیہ السلام کے قتل کو ابن زیاد کی گردن پر ڈال دیا اور اُس پر لعنت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اُس نے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو قتل کیا ہے۔

لیکن اُس کا یہ حربہ بھی اُسے ابدی رسوائی اور ذلت سے بچا نہ سکا، اور سیدہ زینب علیہا السلام کے ان جملات کی واقعیت آج تک دکھائی دے رہی ہے کہ آل محمد علیہم السلام کا ذکر آج تک زندہ ہے جبکہ:

نام یزید داخل دشنام ہو گیا۔

گویا سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے ان جملات کے ذریعہ شجرہ ملعونہ کی نسل، یزید بن معاویہ کے غرور وتکبر کو خاک میں ملاتے ہوئے اُسے ذلت ورسوائی کے گہرے گھڑے میں پھینک دیا، اور اُسکے سامنے خاندانِ نبوت کی عظمت کو پیش کیا جسے زمانے کے ظالم وجابر نہ کبھی کم کر سکے ہیں اور نہ ہی کبھی کم کر سکیں گے۔

وَهَلْ رَأْيُكَ إِلَّا فَنَدٌ، وَأَيَّامُكَ إِلَّا عَدَدٌ، وَجَمْعُكَ إِلَّا بَدَدٌ، يَوْمَ يُنَادِي الْمُنَادِي، أَلَا لَعَنَ اللهُ الظَّالِمَ الْعَادِي

معانی: '' فَنَدٌ '' کمزور، عاجز، قول یا عقیدہ میں غلطی؛ '' عَدَدٌ '' یعنی محدود؛ '' بَدَدٌ '' یعنی متفرق، بکھرے ہوئے؛ '' الْعَادِي '' حد سے تجاوز کرنے والا، ظالم۔

ترجمہ: (اے یزید) کیا تمہارا کوئی خیال، غلطی کے علاوہ کچھ اور ہے؟!، اور کیا تمہاری قدرت کے دن محدود ہونے اور کیا تمہاری جمیعت بکھرنے کے سوا کچھ اور ہے؟!، جس دن

منادی ندا دے گا کہ خبردار: تجاوز کرنے والے ظالموں پر خدا نے لعنت کی ہے۔

تشریح

سیدہ زینب علیہا السلام کا مستقبل کی پیشین گوئی کرنا

سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے اس حصہ میں نہایت اعتماد اور یقین کے ساتھ آنے والے حالات کی خبر دی کہ یزید اپنے تمام منصوبوں میں ناکام ہے اور اپنے ناپاک مقاصد میں سے کسی بھی مقصد میں نہ کامیابی حاصل کر سکا ہے اور نہ ہی کر سکے گا بلکہ اس کے تمام کرتوتوں کا نتیجہ اس کے مقاصد کے برعکس ہو گا اور اس کے تمام مکر وحیلے اُسی کے وجود کے خاتمہ کا سبب بن جائیں گے، اُس کی قدرت اور زندگی کے دن محدود ہیں اور اُس کی جمعیت بکھرنے والی اور اُس کے ساتھی منتشر ہونے والے ہیں۔

یہ جملات مستقبل کے حالات سے سیدہ زینب علیہا السلام کے علم و آگاہی کو واضح کرتے ہیں کہ آپ علیہا السلام کی نظریں مستقبل کے حالات کو دیکھ رہی تھیں، آخر ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خدا نے آپ کو زمانے کی دوسری عورتوں سے ممتاز کیا ہے، کیونکہ آپ عالمہ غیر معلّمہ خاتون ہیں۔

یزید کی شان و شوکت عارضی ہونا

سیدہ زینب علیہا السلام ان جملات کے ذریعہ اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ ظلم و ستم کو چھپانے اور ان مظالم کے نتائج بھگتنے سے بچاؤ کے لئے یزید کی ساری کوششیں بیہودہ ہیں، اور اُس کی شان و شوکت اور زندگی کے دن محدود ہیں، کیونکہ سنت الٰہی کے مطابق صرف حق کو بقا اور دوام حاصل ہے لہٰذا ظلم و ستم پر مبنی حکومت کو کبھی دوام نہیں مل سکتا، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: لِلْحَقِ دَوْلَةٌ وَلِلْبَاطِلِ جَوْلَةٌ ''حق

کی حکومت ہوتی ہے جبکہ باطل کیلئے صرف ایک دور ہوتا ہے"۔[۱]

اور یہ وہی نکتہ ہے جس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ آپ کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل فنا ہو گیا اور باطل بہر حال فنا ہونے والا ہے؛[۲] لہٰذا اے یزید تمہاری شراب و موسیقی کی محفل کی زینت بننے والے یہی تمہارے ساتھی، اور تمہارے ارد گرد جمع ہونے والے سب افراد تم سے جدا ہونے والے ہیں اور تمہاری یہ ظاہری شاری شان و شوکت فنا ہونے والی ہے۔

اور شاید سیدہ زینبؑ مذکورہ جملات سے اس نکتہ کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتی ہوں کہ امام حسینؑ پر ظلم و ستم اور آپ کی شہادت کا ایک منفی اثر یزید کی عمر کا کم ہونا بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد یزید تین سال اور چند مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہا؛[۳] اور اپنی آرزوں کے مطابق زیادہ دیر تک حکمرانی نہ کر سکا، کیونکہ اُس کا خیال یہ تھا کہ خلافت میں اپنے رقیب یعنی امام حسینؑ کو راستہ سے ہٹانے کے بعد وہ سالوں تخت خلافت کو اپنے اختیار میں رکھے گا، لیکن اُس کی یہ خواہش بھی خود اُسی کے ساتھ در گور ہو گئی۔

ظالموں پر خدا کی لعنت

سیدہ زینبؑ نے اپنے خطبہ کے ان جملات یزید کو ظالم قرار دیتے ہوئے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ظالموں پر لعنت کی گئی ہے، جس میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَينَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ پھر ایک منادی آواز دے گا

---

۱. عیون الحکم والموعظ (واسطی): ص ۴۰۳.
۲. سورہ اسراء (۱۷) آیت ۸۱.
۳. تاریخ الامم والملوک (طبری): ج ۵ ص ۴۹۹.

کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔[1]

وَالْحَمْدُ للهِ الَّذِي حَكَمَ لِأَوْلِيَائِهِ بِالسَّعَادَةِ، وَخَتَمَ لِأَصْفِيَائِهِ بِالشَّهَادَةِ [لِأَوْصِيَائِهِ] بِبُلُوغِ الْإِرَادَةِ

معانی: ''السَّعَادَةِ'': خوش بختی، کامیابی؛ ''خَتَمَ'' مقدر اور مقرر کیا۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے اولیاء کے لئے سعادت قرار دی اور اپنے منتخب بندوں کے لئے شہادت کے ساتھ ارادوں کی تکمیل کو مقرر کیا۔

تشریح

مصیبت میں شکرِ خدا

جن مسائل پر اسلامی ثقافت نے تاکید کی ہے اور قرآن و روایات میں جسے انسانوں کی ایک نیک صفت کے طور پر بیان کیا ہے، اُن میں سے ایک اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان یقین کے ایسے مرتبہ تک پہنچ جائے کہ ہر حالت میں خدا کا شکر بجا لائے چاہے وہ زندگی کی اسائشوں میں ہوں یا مصیبتوں اور تکلیفوں میں گرے ہوئے ہوں۔

علماء و عرفاء نے شکر کے مرتبہ کو صبر سے بلند قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ شکر انسان کی قلبی رضایت پر دلالت کرتا ہے جبکہ صبر کی جڑیں ناپسندی اور نارضایتی میں چھپی ہوئی ہیں لہٰذا اگر انسان کے دل میں ایمان ہو تو وہ ہر مصیبت اور سختی پر صبر کرے گا لیکن مصیبت میں شکر کی منزل صبر سے بہت آگے ہے کیونکہ مصیبت کے وقت خدا کو یاد تو ہر کوئی کرتا ہے،[2] چنانچہ اگر

---

۱. سورہ اعراف (۷) آیت ۴۴.

۲. جیسے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا﴾ ''اور جب انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اٹھتے بیٹھتے یا کروٹیں بدلتے ہم کو پکارتا ہے... ''(سورہ

انسان کے دل میں معمولی سا بھی ایمان ہو تو آنے والی مصیبت پر صبر سے کام لے گا لیکن مصیبت کے وقت خدا کا شکر ادا کرنا ہر کسی کا کمال نہیں ہے۔

اگرچہ قرآن و روایات کے مطابق مومن کی شان یہ ہے کہ کسی وقت خدا کو نہ بھولے، اگر اُس کی زندگی میں کوئی مصیبت یا سختی آئے تو اُس پر صبر اور نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرتا رہے۔ اس بنا پر مصیبت اور سختی پر صبر کرنا مومن کی شان ہے لیکن سختی اور مصیبت میں بھی خدا کا شکر ادا کرنا صرف ایسے افراد کی شان ہے جو خدا کے برگزیدہ اور صاحبان ایمان کیلئے نمونہ حیات ہوں۔

خدا کا شکر اللہ کی طرف سے انسان کو دی جانے والی توفیقات میں سے ایک توفیق ہے جو صرف خاص بندوں کو نصیب ہوتی ہے، امام سجادؑ نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مناجات شاکرین میں فرمایا: ''خدایا میں تمہارے شکر کا حق کیسے ادا کر سکتا ہوں جبکہ ہر مرتبہ شکر ادا کرنا ہی تمہارے ایک اور شکر کا محتاج ہے، لہٰذا میں جب بھی کہوں: لَكَ الحَمد، مجھ پر لازم ہے کہ اسی شکر کی توفیق حاصل ہونے کے بدلے ایک اور شکر ادا کرتے ہوئے کہوں: لَكَ الحَمد''۔[1]

سیدہ زینبؑ نے یزید کے دربار میں جس طرح اپنے خطبہ کا آغاز اللہ تعالی کی حمد و ثنا سے کیا ویسے ہی اپنے خطبہ کا اختتام بھی خدا کی تعریف سے کیا، سیدہ زینبؑ کا یہ انداز بیاں آپؑ کے نہایت درجہ قلبی ایمان واطمینان کی واضح دلیل اور صاحبان ایمان کیلئے نمونہ عمل ہے کہ آپؑ اتنے زیادہ مصائب اور طرح طرح کی تکلیفوں کے باوجود دل کی گہرائی سے خدا کا شکر ادا کر رہی ہیں۔

یونس (۱۰) آیت ۱۲).

۱. كَيفَ لي بِتحصيل الشُّكر وَ شُكري اِيّاكَ يَفتَقرُ اِلى شُكرٍ، فَكُلّما قُلت: لَكَ الحَمدُ وَجبَ عَليّ لِذلكَ اَنْ اَقولَ: لَكَ الحَمدُ! (صحیفہ السجادیۃ (امام زین العابدینؑ): مناجات شاکرین).

اولیاء اللہ کی ابدی سعادت

انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دین کی پیروی کرتے ہوئے خدا کے احکامات کو بجالائے، اور اسی چیز کی پابندی کرنا انسان کو ولی اللہ بنا دیتا ہے، پھر انسان پر خدا کی طرف سے کچھ ایسے خاص الطاف وعنایات ہوتی ہیں جن میں عام افراد شریک نہیں ہوتے، اور اُن خاص الطاف وعنایات میں سے ایک ابدی سعادت ہے، لہٰذا شاید یہ عظیم نکتہ قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہو کہ جس میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کیلئے مخصوص کر لیتا ہے اور وہ بڑے فضل وکرم کا مالک ہے۔[1]

اولیاء اللہ ہمیشہ خدا کی رضایت اور اس کی خوشنودی کے حصول کی تگ ودو میں رہتے ہیں، اور اُن کی ہر رفتار وگفتار اسی ایک مقصد کے حصول کی خاطر ہوتی ہے، اور واضح ہے کہ ایسے تمام افراد ایک ہی مرتبہ پر نہیں ہوتے، اُن میں سے بعض اپنی زندگی کی ابتدا ہی سے ولایت کے درجہ پر ہوتے ہیں اور جن کے لئے خداوند نے ابتدا ہی سے سعادت وکامیابی قرار دی ہے۔

کبھی خداوند اپنی خاص مصلحتوں کے تحت اپنے ولیوں کو مشکلات میں بھی گرفتار کرتا ہے لیکن وہ نہایت خوشی اور شادابی کے ساتھ ہر مشکل کا سامنا کرتے ہیں، خداوند اپنے ایسے خاص ولیوں کو شہادت کا رتبہ عنایت کرتا ہے تا کہ اُن کی زندگی ابتدا سے انتہا تک خیر وبرکت سے پر ہو، پھر خدا کے ایسے ولیوں کی شہادت غفلت زدہ انسانوں کی بیداری کا سبب بنتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ایسا پاک انسان کیونکر قتل ہوا؟ اُس کا قاتل کون تھا؟ اور اُس نے کس مقصد کی خاطر قتل کیا؟ اور اِس ولیِ خدا نے کس مقصد کی خاطر اپنی جان دی؟ انہی سوالات کے جوابات کی تلاش ہی سبب بنتی ہے کہ دین سے منحرف بہت سے انسان دین کے راستہ پر پلٹ

---

۱. سورہ بقرہ (۲) آیت ۱۰۵.

آئیں اور احکام الٰہی کے مطابق زندگی گزارنا شروع کر دیں۔

اور کبھی ایسے ولی خود ہی خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ اُن کی زندگی کا اختتام شہادت پر ہو، اور خدا ایسے ولیوں کی دعا کو قبول کرتے ہوئے اُن کی تقدیر میں شہادت لکھ دیتا ہے، شاید سیدہ زینب علیہا السلام کے جملہ "بِبُلُوغِ الْإِرَادَةِ" سے اسی نکتہ کی طرف اشارہ ہو۔

نَقَلَهُمْ إِلَى الرَّحْمَةِ، وَالرَّأْفَةِ، وَ الرِّضْوَانِ، وَالْمَغْفِرَةِ.

معانی: "الرَّأْفَةَ": بہت شفقت و مہربانی کرنا؛ "الرِّضْوَانِ" خوشنودی، رضایت، جنت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: خدا نے اُنہیں رحمت، شفقت، رضوان اور مغفرت کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

تشریح

شہداء کا آخری مقام

سیدہ زینب علیہا السلام نے اس جملہ میں شہدا کے آخری مقام کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ اللہ تعالی کی رحمت، مہربانی، رضوان اور مغفرت سے فائز ہیں، قرآن مجید نے بھی واضح کیا ہے کہ اہل بہشت کو ملنے والی نعمتوں میں سے اہم ترین، سب سے لذت بخش اور قیمتی نعمت خدا کی رضایت کا احساس ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَعَدَ اللهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ اللہ نے مومن مرد اور مومن عورتوں سے ان باغات کا وعدہ کیا ہے جن کی نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اُس جنت میں پاکیزہ

مکانات ہیں اور اللہ کی رضایت تو سب سے بڑی چیز ہے اور یہی ایک عظیم کامیابی ہے۔[۱]

اس دنیاوی زندگی میں اولیاء خدا ہمیشہ اللہ کی رضایت کی تلاش میں رہتے ہیں اور اسی مقصد کے حصول کی خاطر ہر عمل انجام دیتے ہیں لہٰذا جب وہ جنت میں اللہ کی رضایت کا احساس کریں گے تو یہ نعمت ان کے لئے دوسری تمام نعمتوں سے بالاتر ہو گی۔

وَلَمْ يَشْقَ بِهِمْ غَيْرُكَ وَلَا ابْتَلَى بِهِمْ سِوَاكَ .

معانی: '' يَشْقَ'' یعنی شقاوت و بدبختی؛ '' ابْتَلَى '' یعنی اُس نے آزمایا۔

ترجمہ: تمہارے علاوہ کسی نے اُن کے ساتھ شقاوت نہیں کی، اور تمہارے علاوہ کسی نے انہیں آزمائش میں نہیں ڈالا۔

تشریح

آل رسول ﷺ پر ظلم وستم میں یزید کا کردار

سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطبہ کے آخر میں دوبارہ تاکید کرتے ہوئے یزید کو آل رسول ﷺ پر ظلم وستم کا اصل مجرم قرار دیا ہے اور سب کے سامنے یہ حقیقت واضح کرنا چاہی کہ اے یزید: کربلا کے واقعہ میں تم ظاہری فتح حاصل کرنے کے باوجود شکست خوردہ ہو، کیونکہ تم نے ظلم و جور کا راستہ اپنایا اور شقی بن کر خدا کی رحمت سے دور ہو گئے، لہٰذا اب شقاوت و بدبختی ہمیشہ کے لئے تمہارا مقدر ہے۔

امام حسین علیہ السلام اور یزید کا امتحان

شاید سیدہ زینب علیہا السلام کا یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ کربلا کا واقعہ امام حسین علیہ السلام

---

۱. سورہ توبہ (۹) آیت ۷۲.

اور یزید، دونوں کیلئے ایک الٰہی امتحان تھا جس میں امام حسین علیہ السلام کو یزید کے ذریعہ اور یزید کو امام حسین علیہ السلام کے ذریعہ آزمایا گیا، اور اس امتحان وآزمائش کا نتیجہ امام حسین علیہ السلام کی کامیابی اور یزید کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اسی طرح کا جملہ حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ بن ابوسفیان کے نام اپنے ایک خط میں بھی استعمال کیا اور فرمایا: فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَدْ جَعَلَ الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، وَ ابْتَلَى فِيهَا أَهْلَهَا، لِيَعْلَمَ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا، وَ لَسْنَا لِلدُّنْيَا خُلِقْنَا، وَ لَا بِالسَّعْيِ فِيهَا أُمِرْنَا، وَ إِنَّمَا وُضِعْنَا فِيهَا لِنُبْتَلَي بِهَا، وَ قَدِ ابْتَلَانِي بِكَ وَ ابْتَلَاكَ بِي؛ خدائے بزرگ وبرتر نے دنیا کو آخرت کا مقدمہ قرار دیا ہے اور اسے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ بہترین عمل کرنے والا کون ہے، ہم اس دنیا کے لئے پیدا نہیں کئے گئے اور نہ ہی ہمیں اس کے لئے دوڑ دھوپ کا حکم دیا گیا ہے، ہم یہاں صرف اس لئے ہیں کہ ہمارا امتحان لیا جائے اور اللہ نے تمہارے ذریعہ مجھے آزمایا ہے اور میرے ذریعہ تمہیں آزمایا ہے۔[1]

وَنَسْأَلُهُ أَنْ يُكْمِلَ لَهُمُ الْأَجْرَ، وَيُجْزِلَ لَهُمُ الثَّوَابَ وَالذُّخْرَ، وَنَسْأَلُهُ حُسْنَ الْخِلَافَةِ، وَجَمِيلَ الْإِنَابَةِ، إِنَّهُ رَحِيمٌ وَدُودٌ.

معانی: ''جَزْل'' یعنی اضافہ کرنا؛ ''الثَّوَاب'' یعنی پاداش؛ ''الذُّخْر'' ضرورت کے وقت کا ذخیرہ؛ ''الْخِلَافَةِ'' جانشینی؛ ''الْإِنَابَة'' قائم مقام، وکیل؛ ''وَدُود'' یعنی بہت زیادہ محبت کرنے والا۔

ترجمہ: ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شہداء کا اجر کامل کرے اور اُن کے ثواب اور آخرت کے ذخیرہ میں اضافہ فرمائے، اور ہم خدا سے بہترین جانشینی اور خوبصورت قبولیت کے خواہاں ہیں، بے شک وہ نہایت رحم اور محبت کرنے والا ہے۔

---

۱. نہج البلاغہ (امام علیؑ): خط ۵۵.

تشریح

شہدا کیلئے سیدہ زینب علیہا السلام کی دعا

سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے خطاب کا اختتام شہداء کے لئے ایک دعا سے کیا، اور وہ یہ کہ اللہ تعالی کربلا کے شہیدوں کو اپنی عظمت و بزرگواری کے مطابق بہترین پاداش عطا فرمائے، سیدہ زینب علیہا السلام کی اس دعا کی قبولیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ کربلا کے شہیدوں کی عظمت اور ان کے کردار کی رفعت و بلندی رہتی دنیا تک تاریخ کے صفحات پر باقی رہے گی، اس بارے میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''جو شخص پانی پی کر امام حسین علیہ السلام کا ذکر کرے اور آپ کے قاتلوں پر لعنت بھیجے خداوند اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے ایک لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے، اور اس کے ایک لاکھ درجات بلند کر دیتا ہے گویا اُس نے ایک لاکھ غلام آزاد کیے ہوں اور خداوند قیامت (گرم ماحول) میں اُسے ٹھنڈے دل کے ساتھ اٹھائے گا''۔[1]

سیدہ زینب علیہا السلام نے دعا کے آخری جملہ میں اپنے لئے حسن خلافت کا مطالبہ کیا کہ خداوند نیک و صالح افراد کو کربلا کے شہدا کا جانشین قرار دے تاکہ اتنی مصیبتوں کے بعد پر سکون مستقبل مل سکے۔ ممکن ہے کہ سیدہ زینب علیہا السلام کے خطبہ کا یہ آخری جملہ حضرت امام مھدی عجل اللہ فرجہ کی حکومت کی طرف اشارہ ہو کہ جب دنیا ہر طرح کے ظلم و ستم سے خالی ہو جائے گی اور معاشرے کے ہر فرد کیلئے پر سکون ماحول فراہم ہو گا۔

---

۱. مَا مِنْ عَبْدٍ شَرِبَ الْمَاءَ فَذَكَرَ الْحُسَيْنَ وَ لَعَنَ قَاتِلَهُ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ مِائَةَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَ حَطَّ عَنْهُ مِائَةَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَ رَفَعَ لَهُ مِائَةَ أَلْفِ دَرَجَةٍ وَ كَأَنَّمَا أَعْتَقَ مِائَةَ أَلْفِ نَسَمَةٍ وَ حَشَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلِجَ الْفُؤَادِ (بحار الانوار (محمد باقر مجلسی): ج۱۰۹ص۲۵۲).

سیدہ زینبؑ کے خطبہ کا اثر

سیدہ زینبؑ کے اس خطبہ نے دربار یزید پر عجیب ہیبت طاری کر دی، یزید دم بخود تھا اور دربار میں موجود دوسرے سارے افراد خاموش بیٹھے تھے، کسی میں جرات ہی نہیں تھی کہ سیدہ زینبؑ کے خطبہ کا جواب دے سکے۔

سیدہ زینبؑ نے حق وصداقت، جرأت وشجاعت اور حق گوئی کا حق ادا کر دیا؛ نہایت خوبصورت الفاظ میں اہل بیتؑ کا دفاع اور شہدائے کربلا کی حقانیت کو ثابت کیا۔ آپؑ نے اپنے خطبے میں ماضی، حال اور مستقبل کے وہ نقشے کھینچے کہ یزیدی حکومت کے تخت و تاج ہلنے لگے، یزید نے محسوس کیا کہ اُس کے ایوانِ اقتدار لرزنے لگے ہیں کیونکہ عقیلہ بنی ہاشمؑ کے اس خطبہ کے نتیجہ میں سب لوگ امام حسینؑ کی شہادت کے پس پردہ حقائق سے آگاہ ہو گئے اور خلیفۃ المسلمین کہلوانے والے یزید بن معاویہ کے چہرہ پر پڑی ہوئی اسلام کی نقاب بھی الٹ گئی اور اس کا کفر وشرک سب کے سامنے عیاں ہو گیا۔

حضرت زینبؑ کے اِس منطقی خطاب کے مقابلہ میں یزیدیت بے بس تھی، آپؑ کی اِس تقریر کی قاطعیت و جامعیت نے یزید جیسی پلید شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کر دیا اور لوگوں کو بنی امیہ کے سیاہ ماضی کے ساتھ ساتھ اہل بیتؑ کی عظمت و کرامت بھی یاد دلائی۔

سیدہ زینبؑ کے اس عظیم خطبہ سے شام والوں کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ یزید اور اُس

کے خاندان کی سیاہ کاریوں کے ساتھ ساتھ اہل بیت علیہم السلام کی مظلومیت سے بھی آگاہ ہو گئے۔

اس خطبہ کے ذریعہ حضرت زینب علیہا السلام نے امویوں کی حکومت کے پیکر پر ایک کاری ضرب لگائی اور اسلامی معاشرے کو ہمیشہ کے لئے اُن کے وجود سے پاک کرنے کی راہ ہموار کر دی۔

آپ علیہا السلام کے خطبہ کا ایک فوری اثر یہ تھا کہ یزید کی فرعونیت بت پاش پاش ہو گیا اور وہ اپنے ہی حمایتیوں کے سامنے بھی سر اٹھانے کے قابل نہ رہا؛ اور پھر اسی عظیم خطبہ سے عوام میں ایسی انقلابی تحریک کی بنیاد پڑی جس کے نتیجہ میں یزید اور اُس کے خاندان کی آمریت کے چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گئے۔

خطبہ زینبیہؑ سے حاصل ہونے والے چند اہم درس

زینب کبریٰؑ کے اس تاریخی خطبے سے صبر واستقامت، ایمان واخلاص، تسلیم وشجاعت اور ایثار وفداکاری جیسے متعدد اہم درس حاصل ہوتے ہیں، جن سے معارفِ اہل بیتؑ کے مشتاق ہمیشہ بہرہ ور ہوتے رہیں گے۔ تاہم عقیلہ بنی ہاشمؑ کے اِس عصمت شعار خطبہ کے چند اہم درس ہمیشہ ہر صاحب ایمان کے پیش نظر رہنے چاہیے:

ا۔ ایمان اور صبر واستقامت

سیدہ زینبؑ کے اس خطبہ سے ایمان اور صبر و استقامت کا جو حسین امتزاج ہمارے سامنے آتا ہے وہ ہر صاحبِ ایمان کیلئے ایک عظیم درس ہے، سیدہ زینبؑ نے ایمان اور صبر و استقامت کا عملی نمونہ پیش کرکے گویا ہر صاحبِ ایمان واسلام کو یہ درس دیا ہے کہ زندگی کے نشیب و فراز میں کبھی ایمان اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، بلکہ ہر مشکل اور مصیبت کی گھڑی میں مسلمان کو اپنے ایمان پر قائم رہتے ہوئے صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

۲۔ اعلائے کلمہء حق کا طریقہ

حضرت زینبؑ نے اپنے اس خطبے میں حقائق کے اظہار کا جو انقلاب آفریں انداز اختیار کیا وہ سب مسلمانوں کیلئے ایک اہم درس کی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ ہر مسلمان کو جان لینا چاہیے کہ

کلمہ حق پہنچانے میں کامیابی کے لئے بنیادی شرط قاطعیت، خلوص اور خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈرنا ہے، کیونکہ اگر حق بات پہنچانے میں مخلوق سے معمولی خوف ووحشت کا اظہار کیا جائے تو کامیابی کا حصول ناممکن یا بہت مشکل ہو جاتا ہے، لہٰذا حق بات پہنچانے کیلئے ضروری ہے کہ انسان فیصلہ کن انداز سے آگے بڑھے، بدزبان لوگوں کی نازیبا باتوں کو برداشت کرے، لوگوں کی افواہوں اور شور وغوغا کرنے والے بد طینت اور کمینہ فطرت لوگوں کی سازشوں اور مفسد صفت لوگوں کے رد عمل کی پرواہ کئے بغیر حق وحقیقت کے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرے، جیسا کہ سیدہ زینبؑ نے یزید کے ظاہری جاہ وجلال سے بے نیاز اور اُس کے اعلی عہدے سے بے خوف اور اُس کے ظلم وستم کی پرواہ کیئے بغیر کلمہ حق کی صدا بلند کی اور یہ درس دیا کہ صاحبِ ایمان یزید جیسے ظالم وجابر کے سامنے بھی کلمہ حق کہنے میں ذرہ برابر خوف محسوس نہیں کرتا اور کَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا کے تقاضوں کے پیش نظر صرف خدا کو مدّ نظر رکھتا ہے اور یہی عقیدہ و معرفت اُسے ہر طرح کے نشیب و فراز میں مدد پہنچاتی ہے۔

۳۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

حضرت زینبؑ نے اپنے اس خطبے کے ذریعہ انسانیت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکی کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے) کا ایک عظیم عملی درس دیا۔ آپؑ نے یزید جیسے فاسق و فاجر اور ظالم و ستمگر کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مشتمل خطبے کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو درس دیا کہ کبھی اور کسی حالت میں بھی اس اہم شرعی فریضہ کو ترک نہ کرنا چاہیے؛ بلکہ نہایت مظلومیت کے عالم میں نہایت ظالم و جابر شخص کے سامنے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی ہی ایمان کا تقاضا ہے۔

۴۔ ظلم وستم کے ساتھ مقابلہ

سیدہ زینبؑ نے اپنے اس خطبہ کے ذریعہ ظلم وستم کے ساتھ مقابلہ کرنے کا جو عظیم

درس دیا ہے اس کی نظیر عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ آپؑ نے اپنے مقدس بیان اور عمل کے ذریعہ دنیائے انسانیت کو حقائق کے اظہار کا فطری طریقہ اور فطری حقوق کے تحفظ کا سلیقہ سکھایا ہے۔ امیر المومنین حضرت علیؑ کی دختر نے اپنے خطبے کے بل بوتے پر دنیائے انسانیت کو درس دیا کہ مظلوم انسانوں کا استحصال کرنے والوں کے مقابلے میں خاموشی کی پالیسی نہیں اپنائی جا سکتی بلکہ ایمانی جذبہ کے ساتھ اُن کے خلاف عملی طور پر قیام کرنا ضروری ہے۔

سیدہ زینبؑ نے ظلم و ستم کے خلاف زبان و بیان کی قوت کو شمشیر و سناں سے زیادہ مؤثر بنا کر لوگوں کے دلوں میں اتارنے کا جو مقدس نمونہ پیش کیا ہے وہ ہر صاحب فکر و دانش کے لئے ہمیشہ قابلِ تقلید ہے۔

کتابنامہ

۱. قرآن کریم/ کتاب اللہ

۲. نہج البلاغہ / حضرت امام علی علیہ السلام

۳. صحیفہ السجادیہ /امام زین العابدین علیہ السلام

۴. الکافی (شیخ کلینی)، ط چہارم ۱۳۶۵؛ ناشر دار الکتب الاسلامیۃ۔

۵. الاحتجاج (احمد بن علی الطبرسی): تحقیق باقر الخراسان، طبع ۱۳۸۶ھ، ناشر دار النعمان، نجف اشرف۔

۶. اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر جزری): ط ۱۴۰۹ھ، دار الفکر بیروت لبنان۔

۷. الاصابہ فی تمییز الصحابہ (ابن حجر عسقلانی): ط اول ۱۴۱۵، تحقیق عادل احمد، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۸. الامالی (شیخ صدوق): ط اول ۱۴۱۷ھ، مؤسسہ البعثہ قم۔

۹. الامالی (شیخ مفید): ط الاسلامیہ، جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم۔

۱۰. انساب الاشراف (بلاذری): تحقیق زکار، زرکلی، ط اول ۱۴۱۷ھ، دار الفکر بیروت۔

۱۱. بحار الانوار (محمد باقر مجلسی): ط دوم ۱۴۰۳ھ، مؤسسہ الوفا بیروت۔

۱۲. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر): ط ۱۴۰۷ھ، دار الفکر بیروت۔

۱۳. بلاغات النساء (احمد بن ابی طاہر طیفور): ط ۱۴۲۶ھ، ۲۰۰۵ء، المکتبہ العصریہ بیروت۔

۱۴. تاریخ الامم والملوک (ابن جریر طبری): تحقیق ابو الفضل ابراہیم، ط دوم ۱۳۸۷ھ، دار التراث بیروت۔

۱۵. تحف العقول (ابن شعبۃ بحرانی): ط دوم ۱۴۰۴ھ، مؤسسہ النشر الاسلامی۔

۱۶. تفسیر الدر المنثور (جلال الدین سیوطی): ط دار المعرفہ بیروت۔

۱۷. تفسیر القرآن (ابن کثیر): ط ۱۴۱۲ھ، ط دار المعرفہ بیروت۔
۱۸. الجامع لاحکام القرآن (قرطبی): ط اول ۱۳۶۴ شمسی، انتشارات ناصر خسرو تہران۔
۱۹. حیاۃ الامام الحسینؑ (باقر شریف القرشی): ط اول ۱۳۹۵ھ، مطبعہ الآداب نجف اشرف۔
۲۰. دانش نامہ امام حسینؑ (محمدی ری شہری)، مؤسسہ علمی وفرہنگی دار الحدیث۔
۲۱. زینب الکبریٰ من المھد الی اللحد (سید محمد کاظم قزوینی)، ط اول ۲۰۰۳، بیروت۔
۲۲. سبل الھدی (صالحہ شامی): تحقیق عادل احمد، ط اول ۱۴۱۴ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت۔
۲۳. سنن (ترمذی): ط دوم ۱۴۰۳ھ، دار الفکر بیروت۔
۲۴. السیرۃ النبویہ (ابن ہشام): مطبوعہ لبنان ۱۹۷۵ء۔
۲۵. سیرہ واندیشہ حضرت زینبؑ (سید مصطفیٰ موسوی)، ط دوم ۱۳۸۶ھ، انتشارات دانشگاہ قم۔
۲۶. شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید)، دار احیاء الکتب العربیۃ۔
۲۷. الصحاح (جوھری): ط چھارم ۱۴۰۷ھ، دار العلم للملایین بیروت۔
۲۸. عیون الحکم والمواعظ (واسطی) ط اول ۱۳۷۶ش، ناشر دار الحدیث۔
۲۹. الفتوح (ابن اعثم): تحقیق علی شیری، ط اول ۱۴۱۱ھ، دار الاضواء بیروت۔
۳۰. القاموس المحیط (محمد بن یعقوب فیروز آبادی)۔
۳۱. الکامل (ابن اثیر): ط ۱۳۸۵، دار صادر بیروت۔
۳۲. کتاب العین (فراھیدی): ط دوم ۱۴۰۹، ناشر موسسہ دار الھجرہ۔
۳۳. الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل (محمود زمخشری): ط سوم ۱۴۰۷ھ، دار الکتاب العربی۔
۳۴. کشف الغمۃ (علی الاربلی): ط دوم ۱۴۰۵ھ، دار الاضواء بیروت۔
۳۵. کنز العمال (متقی ھندی): مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔
۳۶. لسان العرب (ابن منظور): ط اول ۱۴۰۵ھ، دار احیاء التراث العربی۔
۳۷. اللھوف (سید بن طاؤوس): ط اول ۱۴۱۷ھ، انوار الھدی، قم۔
۳۸. مثیر الاحزان (ابن نما حلی): ط ۱۳۶۹ھ، مطبعہ حیدریہ نجف
۳۹. مجمع البحرین (طریحی): ط دوم ناشر مکتب نشر الثقافہ الاسلامیہ۔
۴۰. مجمع البیان (طبرسی): ط سوم ۱۳۷۲ شمسی، انتشارات ناصر خسرو تہران۔
۴۱. مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (نور الدین ھیثمی): ط ۱۴۰۸ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت۔
۴۲. مروج الذہب (علی بن حسین مسعودی): تحقیق اسعد داغر، ط دوم ۱۴۰۹ھ، دار الھجرۃ۔

۴۳. مستدرک الوسائل (میرزا نوری)؛ ط دوم ۱۴۰۸ھ؛ مؤسسہ آل البیت لاحیاء التراث۔
۴۴. مستدرک (حاکم): تحقیق یوسف عبدالرحمٰن۔
۴۵. مسند احمد (احمد بن حنبل) ط دار صادر بیروت۔
۴۶. المعجم الکبیر (طبرانی): طبع دوم، تحقیق عبدالمجید، دار احیاء التراث العربی۔
۴۷. مفاتیح الغیب (فخر رازی): ط سوم ۱۴۲۰ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔
۴۸. مقتل الحسین (ابی مخنف الازدی): ط العلمیہ ۱۳۹۸ھ، قم۔
۴۹. مقتل الحسین (موفق بن احمد مکی خوارزمی): ط مکتبہ المفید، قم ایران۔
۵۰. مناقب آل ابی طالب (ابن شہر آشوب): ط ۱۳۷۶ھ، مطبعہ حیدریہ نجف۔
۵۱. موسوعۃ سیرۃ اهل البیت (ج۳۶) (باقر شریف قرشی) اشاعت اول ۲۰۰۹، دار المعرفہ بیروت۔
۵۲. میزان الاعتدال (ذہبی): تحقیق البجاوی، ط اول ۱۳۸۲ھ، دار المعرفہ بیروت۔
۵۳. میزان الحکمۃ (ریشہری) ط اول، ناشر دار الحدیث۔
۵۴. المیزان فی تفسیر القرآن (طباطبائی): ناشر جامعہ مدرسین قم۔
۵۵. ینابیع المودۃ (قندوزی): تحقیق جمال اشرف، ط اول ۱۴۱۶ھ، دار الاسوہ للطباعہ والنشر۔

مؤلف کے علمی و تحقیقی آثار کا تعارف

۱: ردّالشبھات (اہل تشیع پر ہونے والے مشہور اعتراضات کے جوابات کا مجموعہ)

یہ کتاب اہل تشیع پر ہونے والے عوام الناس میں مشہور ۲۴ اعتراضات کے مستند اور قانع کنندہ جوابات پر مشتمل ہے، جس کے مطالب علمی و تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مختصر، عام فہم، آسان اور روان ہیں۔ یہ کتاب اصلاحات و اضافات کے ساتھ دوسری مرتبہ طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے، اور اس کی تالیف کا بنیادی مقصد معاشرے میں شیعہ مذہب کے خلاف رائج غلط فہمیوں کو دور کر کے اتحاد بین المسلمین کی فضا قائم کرنا ہے۔ یہ کتاب اپنے علمی و تحقیقی مطالب، اختصار اور منفرد انداز کی بناپر قارئین کو بہت سی تفصیلی کتب سے بے نیاز کرتے ہوئے حقیقت کے ساتھ آشنائی میں معاون ثابت ہو گی (انشاءاللہ)۔

۲: نظریہ عدالت صحابہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)

یہ کتاب عدالتِ صحابہ کے نظریہ پر ایک منصفانہ تحقیق ہے جس میں صحابہ کرام کی عدالت کے بارے میں فریقین (اہل تشیع اور اہل سنت) کے نظریات کو بیان کرتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں ان نظریات کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے، نیز اس کتاب میں صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ شیعہ نکتہ نظر کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

۳: ولادت امام مھدیؑ اور عصر غیبت میں وجودِ امامؑ کے فوائد

اس کتاب کے پہلے حصہ میں حضرت امام مھدیؑ کے بارے میں فریقین کے نظریات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ احادیث و تاریخ کی کتب سے امام مھدیؑ کی ولادت کو ٹھوس دلائل کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے، اور کتاب کے دوسرے حصہ میں عصر غیبت میں امام مھدیؑ کے وجود کے فوائد پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

۴: دربارِ یزید میں حضرت زینبؑ کا خطبہ (اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ)

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مع اصلاحات و اضافات، آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

۵: بازار کوفہ میں حضرت زینبؑ کا خطبہ (اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ): زیر طبع

یہ کتاب، بازارِ کوفہ میں سیدہ زینبؑ کے خطبہ کا اردو ترجمہ اور تشریح ہے، اس کتاب میں واقعہ کربلا کے حوالے سے کوفیوں کے کردار اور اس کے پس پردہ اسباب و عوامل کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سیدہ زینبؑ کے خطبہ کی تشریح و تفصیل بیان کی گئی ہے؛ تقریباً ۱۵۰ صفحہ پر مشتمل یہ کتاب عنقریب منظر عام پر آرہی ہے۔

۶: شیعہ ستیزی در دنیای معاصر (فارسی)

"عصر حاضر میں شیعہ دشمنی" کے موضوع پر یہ کتاب، فارسی زبان میں تالیف کی گئی ہے جس میں شیعت کی ابتداء اور شیعہ دشمنی کی تاریخ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے شیعہ دشمن گروہوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کتاب میں عصرِ حاضر کے شیعہ دشمن گروہوں کی شیعہ دشمنی کے اسباب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ "شیعہ دشمنی کی روشیں" بھی ذکر کی گئی ہیں، نیز ان گروہوں کے اصل اہداف و مقاصد کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخری حصہ میں عصر حاضر میں شیعہ دشمنی کی لہر کو روکنے کے لئے چند عملی تجاویز بیان کی گئی ہیں۔ یہ کتاب اکتوبر 2014 میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔